۱۲۲ / نثالی

30.3.2013

خرید کردہ برائے کتب خانہ وقف منصبیہ میرٹھ

در عہد کرامت مہد جناب خان بہادر مولوی

سید محمد حسن صاحب شوق زیدی

متولی وقف منصبیہ شہر میرٹھ دام اقبالہ

محمد یحییٰ حسن قابل محرر کتب خانہ

قیمت از جواب حالہ

[illegible]

حصہ سوم

وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا

تقدیس القرآن

عن

تلبیس الشیاطین

جسمین آریونکے مشہور اخبار مسافر آگرہ کے ان اعتراضون کا جواب دیا گیا ہے جسکے جواب سے تمامی علماء اہلسنت پنجاب عاجز تھے۔ اخبار مسلمان نے کچھ جواب بھی دینا چاہا تو جا بجا ہٹ کے نمبرونکو لا جواب چھوڑ دیا مگر خدا نے وہ سامان کیا کہ الشمس نے اس خوبی اور تحقیق سے جواب دیا کہ خود مسافر کو اسکی تہذیب و متانت کا اقرار کرنا پڑا اور ۲۴ اگست مین لکھتا ہے "ناظرین مسافر یہ سنکر ضرور خوش ہونگے کہ آخر اسلامی پریس کی عزت رکھنے کیلئے ایک شیعہ عالم نے قلم اوٹھایا ہے اور اس سلسلہ مضمون کا جواب اپنے معزز رسالہ الشمس مین تہذیب و شایستگی سے نکالنا شروع کیا ہے"

مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار مسلمان مورخہ ۱۲ رجب ۲۹ھ مین لکھتے ہین "ہمارے ایک شیعہ مہربان نے بھی اپنے رسالہ الشمس مین مسافر کی نسبت کچھ لکھنا شروع کیا ہے اسلئے ہم اوسکے لیے چھوڑ دیتے ہین"

ان دونو تحریرے معلوم ہو سکتا ہے کہ تقدیس القرآن کس عظمت کی کتاب ہے۔

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی - اما بعد یہ تیسرا حصہ ہے تقدیس القرآن کا جس مین اخبار مسافر کے قرآن مجید پر تنقید کا جواب دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنا نیا باب یہان سے شروع کرتا ہے -

مسافر مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۱ء ۵ جلد، قرآن مجید پر تنقید - ۲۴ قرآن کہان نازل لحاف مین وحی

(از عابر اکبر آبادی)

نیا باب ہم اس سلسلہ مضامین کے گذشتہ کئی نمبرون مین قرآن کے نازل ہونے کی عجیب وغریب داستان بیان کر چکے ہین اور یہ مشرح طور پر بتلا چکے ہین کہ مسلمانون کے عقیدے کے بموجب قرآن کہان سے اوترا اور کس طرح اوترا - اب اس نئے باب مین یہ تبلاکر کہ قرآن کہان کس پر اور کن حالات مین اوترا ہم آگے چلکر یہ دلچسپ تحقیقات اپنے ناظرین کے روبرو پیش کرینگے کہ حضرت محمد صاحب کے بعد تو انکے خلیفہ عمر - ابوبکر وعثمان نے قرآن مین جو کاٹ چھانٹ کی تھی وہ تو کی ہی تھی لیکن ان سے پہلے بقول علماے اسلام خود خداتعالی بھی قرآن مین سخت کتربیونت کر چکے تھے اور یہ خدائی کتربیونت آنحضرتؐ کی وفات تک برابر جاری رہی - اور ہمین امید ہے کہ ناظرین مسافر اس نئے باب کو بھی اول سے لیکر آخر تک اسی دلچسپی کیساتھ مطالعہ فرمائینگے جس دلچسپی کے ساتھ کہ وہ اس سے پہلے ابواب کو مطالعہ کرتے رہے ہین - کیونکہ - اس سلسلہ مین قرآن کے متعلق وہ زبردست تحقیقات پیش کیجارہی ہے کہ جو ہندو پبلک کے روبرو کبھی نہ آئی تھی -

تقدیس القرآن افسوس کہ ہم اوس معاہدہ سے مجبور ہین جو پہلے کر چکے ہین کہ پورا قول مسافر

نقل کرینگے - ورنہ اس تحریر مین کوئی بات ایسی نہین ہے جسکا جواب دیا جاے - کیونکہ مسلمان اور آریہ مین تنقیح طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا قرآن منزل من اللہ ہے یا نہین - اس تحریر سے اس امر متنازع فیہ پر کوئی روشنی نہین پڑتی - بلکہ اور یہ دعوی پایہ تحقیق کو پہونچتا ہے - کیونکہ جب اتنی تحقیقات کی گئی ہے کہ ہر ہر آیہ کا محل نزول تلاش کیا گیا - تو اگر کوئی آیہ انسانی قوت کا نتیجہ ہوتا تو اوسکا بھی ضرور پتہ لگ جاتا لہذا معلوم ہوا کہ اس کا نزول ایسا یقینی ہے کہ اس جہان مین پر بھی کسیکو اسکا احتمال نہوا -

یہ تو بالکل غلط ہے کہ خدا نے یا اوسکے رسول نے اس مین کسی قسم کی کانٹ چھانٹ کی ہو - رہا عمر ابو بکر عثمان کا کتر بیونت کرنا اصل قرآن پر کیا الزام لا سکتا ہے - کیونکہ پہلے حصون مین ہم ثابت کر چکے ہین قرآن خود حضرت رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین مرتب اور متلو تھا کہ اوسکی تلاوت کی جاتی - ورس دیا جاتا - لوگ دوسرے دوسرے ملکون مین اسکی تلاوت کرتے -

ہان یہ سچ ہے کہ ہندو پبلک کے روبرو کبھی یہ تحقیقات نہین آئی تھی کیونکہ ہندو پبلک کو کوئی مذہب ملکوئی اوسکی تعریف اور آپ تو ہندو کے بھی ویسے ہی مخالف ہین جیساکہ اسلام کے - پھر ہندو پبلک پر یہ احسان جو آپ جتا رہے ہین اوسکے وہ کسی طرح شکر گذار بھی تو نہونگے -

مسافر - قرآن کہان نازل ہوا - طبرانی - اپنی کتاب "کبیر" مین ولید بن مسلم کے طریقہ سے بواسطہ عفیر بن معدان از سلیم بن عامر از ابی امامہ اس حدیث کی تخریج کرتے ہین - کہ

ترجمہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن تین جگہون مین نازل کیا گیا ہے - مکہ - مدینہ اور شام مین - ولید اسپر کہتا ہے کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے اور شیخ عماد الدین بن کثیر کہتے ہین کہ شام سے مراد "تبوک" ہے - مگر کچھ ہی ہو بقول علماء اسلام قرآن تین مقامات پر نازل ہوتا رہا ہے -

لیکن قرآن کی سورتین عموماً دو حصون پر تقسیم کی جاتی ہین یعنی ایک وہ جو مکہ مین نازل ہوئین وہ مکی کہلاتی ہین اور جو سورتین مدینہ مین نازل ہوئین وہ مدنی کہلاتی ہین - اب رہا یہ سوال کہ کون کونسی سورتین مکی ہین اور کونسی مدنی - سو اسکے متعلق ابن عباس کہتا ہے کہ کل ۲۷ سورتین تو مدینہ مین نازل ہوئین اور باقی سب مکہ مین - مدینہ مین جن سورتون کا نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہین - انفال - براۃ - نور - احزاب - محمد - فتح - حجرات - حدید - اور اسکے بعد کی

آپکو بخوبی معلوم ہے کہ آنحضرت قرآن کو اپنے وصی اور خلیفہ جائز سے خود لکھواتے تھے۔ مگر وہ قرآن نہ لیا گیا بلکہ وہ شخص بھی جو بہ نسبت اور لوگون کے زیادہ عالم قرآن تھا اوسکا بھی جمع کیا ہوا قرآن نہ لیا گیا نہ وہ شریک قرآن کیا گیا چنانچہ اوسی اتقان مین ہے ص۹

وقد اخرج البخاری عن ابن مسعود انہ قال والذی لاالہ غیرہ ما نزلت اٰیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت۔

یعنی بخاری نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے قسم خدا کی مین خوب جانتا ہون کہ قرآن کہان کہان نازل ہوا اور کس کس کے بارےمین۔ تو اب فرمایئے ایسے اشخاص کو جمع قرآن سے علیحدہ کرنا اور اون سے نہ لینا بجز بدنیتی کس غرض سے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کس کے بارےمین نازل ہوا۔

غرض یہ بحث بھی آپکی خارج از مبحث ہے کیونکہ جامعین کی کارروائی سے یا اونکی جہالت سے نفس قرآن پر تو کوئی اثر نہ پڑسکا۔ آپکو اوسکی حقیت وصداقت پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ جس سے آپ قاصر ہے۔

مسافر قرآن کس حالتمین نازل ہوا۔ قرآن کس حالت مین نازل ہوا اسکی علماء اسلام نے کئی تخصیص کی ہین۔ مثلاً قرآن کا زیادہ تر حصہ تو حضرت محمد کے مکہ یا مدینہ ہی کے قیام مین نازل ہونا بتلایا جاتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی بہت سی آیتین قرآن مین ایسی بھی ہین جو بحالت سفر حضرت پر نازل ہوئین۔ مثلاً الذین استجابوا للہ والرسول الخ یہ آیت بقول ابن عباس حضرت پر حمراء الاسد مین نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح آیہ تیمم جو سورۃ النسا مین ہے بقول ابن مردویہ سفر کی حالت مین نازل ہوئی اسی طرح اور بہت سی آیات کا آنحضرت پر بحالت سفر نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے آیات قرآن کو سفری وحضری دو حصون مین منقسم کیا ہے۔ آیات قرآن کی دوسری تقسیم اسی طرح بلحاظ رات اور دن کے کی جاتی ہے یعنی جو آیات رات مین نازل ہوئین انہین لیلی اور جو دن مین نازل ہوئین انہین نہاری کہا جاتا ہے۔ لیکن رات کے وقت جو الہام حضرت کو ہوا کرتا تھا وہ عموماً اپنی سب سے چاہتا بیوی عائشہ ہی کے لحاف مین ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ حدیث ذیل مین آنحضرت خود فرماتے ہین۔

تقدیس القرآن ۔ افسوس کہ یہ بحث بھی بالکل غیر متعلق ہے۔ کیونکہ جب یہ مسلم ہے کہ قرآن نہ ایک دفعہ نازل ہوا نہ بصورت کتاب نازل ہوا بلکہ جب خداوند عالم کی مصلحت مقتضی ہوئی اوسوقت نازل ہوا تو پھر آپکو اسپر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

ہان اس سے آپکو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ قرآن کو مسلمانون نے ابتدا ہی سے کس عزت کی نگاہ سے دیکھا کہ ایک ایک آیہ بلکہ ایک ایک لفظ کی ایسی تحقیقات کی کہ آجتک یہ عزت کسی کتاب کو نصیب ہوئی۔

ہم یہ نہین کہتے کہ کل تحقیقات مین وہ کامیاب بھی ہوے اور راہ صواب کو بھی پایا۔ کیونکہ اونہون نے شروع ہی سے کجروی اختیار کی تھی۔ مگر یہ تو ضرور ہے کہ اونہون نے اس طرح تفحص کیا کہ آجتک کسی کتاب کو جو آسمانی کہی جاتی ہو۔ یہ بات نہ میسر آئی جس سے آپ اگر غور کرتے تو اس نتیجہ پر پہونچتے کہ یہ وہ مقدس کتاب ہے جسکی نظیر دنیا مین نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ اہتمام مسلمانون کا خود بتا رہا ہے کہ یہ کتاب مقدس کیسی مہتم بالشان کتاب تھی کہ تواریخ عالم مین کوئی نظیر اسکی نہین ملتی۔

مسافر لحاف مین وحی ۔ حدیث کی ہمسے یحیی بن درسیہ نے کہا حدیث کی ہمسے حماد بن زید نے ہشام بن عروہ سے اسنے اپنے باپ سے اسنے عائشہ سے کہ کہا اسنے لوگ عائشہ کے دن کی ہدیہ بھیجنے کیلئے انتظاری کرتے رہتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ نے میری سوتین ام سلمہ کے پاس جمع ہوئین اور کہا کہ اے ام سلمہ لوگ ہدیہ بھیجنے کے لئے عائشہ کے دن کی انتظاری کرتے رہتے ہین اور ہم بھی مال کی ویسی ہی خواہش رکھتی ہین جیسی کہ عائشہ رکھتی ہین سو تو رسول اللہ سے کہہ کہ لوگون کو حکم کرین کہ مین جہان ہون ہدیہ بھیجا کرین۔ پس ام سلمہ نے پھر دوسری بار یہی کہا تو بھی حضرت نے کچھ جواب نہ دیا آخر جب تیسری بار ام سلمہ نے وہی بات دُہرائی تو آپنے فرمایا کہ ام سلمہ مجھے عائشہ کے باب مین ایذا نہ دے کیونکہ مجھپر سوا اسکے اور کسی کے لحاف مین ہوتے ہوے وحی نازل نہین ہوتی (احادیث ترمذی)

غرضیکہ یہ امر مسلّم ہے کہ آنحضرت پر رات کے وقت بھی اس حالت مین وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اور سورہ انعام سورہ مریم۔ ابتدائی حصہ سورۂ حج وغیرہ اسکی زندہ مثالین قرآن مین موجود ہین ہان بعض اوقات بلالحاف بھی خدا تعالی بوقت ضرورت حضرت پر رات کے وقت وحی بھیجدیا کرتا

تھا - جیسا کہ حدیث بخاری کی مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے -

تقدیس القرآن خدا کی مار پڑے اون وضعین روایت پر جو صرف فضیلت عائشہ کے لئے ایسی حدیثین گڑھتے ہین - جن سے مخالف اسلام کو اعتراض کا موقع ملتا ہے - کیسا ہدیہ - کیسا تحفہ خود عرب - انصار ایسے غریب تھے کہ اکثر دن کی پرورش خود حضرت فرماتے پھر وہ کیا تحفہ دیتے کیا ہدیہ یہ سب افترا اون لوگون کا ہے جو چاہتے ہین عائشہ کو پیاری بی بی بنائین حالانکہ وہ ایسی سرکش اور متمرد عورت تھی کہ آجتک قرآن مین سورہ تحریم موجود ہے جس مین عائشہ و حفصہ کی تمثیل زوجہ حضرت لوطؑ و نوحؑ سے دی گئی ہے -

لطف تو یہ ہے کہ اتقان مین ہے ومن امثلۃ الفراشی قولہ واللہ یعصمک من الناس کما تقدم وایۃ الثلاثۃ الذین خلفوا ففی الصحیح انھا نزلت وقد بقی من اللیل ثلثہ وھو صلی اللہ علیہ عند ام سلمہ واستشکل الجمع بین ھذا و قولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی حق عائشہ ما نزل علی الوحی فی فراش امرءۃ غیرھا قال القاضی جلال الدین ولعل ھذا کان قبل القصۃ التی نزل الوحی فیھا فی فراش ام سلمہ صـــ۲۳

یعنی فراشی کی مثال اللہ یعصمک من الناس ہے اور آیہ الثلاثۃ الذین خلفوا کیونکہ صحیح مین ہے کہ یہ آیہ ثلث شب باقی رہتے نازل ہوا اور جنم اسوقت حضرت ام سلمہ کے پاس تھے -

اسی وجہ سے مشکل سمجھا گیا ہے جمع کرنا اس حدیث مین جو حضرت نے بحق عائشہ فرمایا کہ بجز عائشہ اور کسی عورت کے فراش پر وحی نہین آئی قاضی جلال الدین نے کہا یون جمع کیا جا سکتا ہے کہ یہ بیان حضرت کا قبل اسکے ہو کہ ام سلمہ کے گھر مین وحی آئی ہو -

خود ترمذی نے اس حدیث کو غریب بھی لکھا ہے اور یہ بھی کہ یہ روایت مرسل ہے کہ جسنے حضرت سے سنا اوسکا نام نہین - مگر فضیلت عائشہ کیلئے سب جائز ہے -

مسافرات مین وحی - صحیح بخاری مین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بی بی سودہ (نام ہے حضرت کی ایک بیوی کا) اچھی طرح پردہ کرکے کسی ضرورت سے باہر

گئین ۔ اور وہ ایک قدآور عورت تھین جنکا پہچاننے والون سے پوشیدہ رہنا غیر ممکن تھا پس راستہ مین عمر نے انہین دیکھ لیا اور کہا سودہ! واللہ ہم سے چھپ نہین سکین ۔ اب تم ہی غور کرو کہ کس طرح باہر نکلتی ہو " عائشہ کہتی ہین کہ عمر کی یہ بات سنکر سودہ اولٹے پیرون رسول کے پاس لوٹ آئی ۔ اسوقت رسول اللہ رات کا کھانا کھا رہے تھے ۔ اور آپکے ہاتھ مین ایک ہڈی تھی ۔ سودہ نے کہا یا رسول اللہ مین کسی ضرورت سے باہر گئی تھی ۔ تو عمر نے مجھے ایسی ایسی بات کہی ۔ اُسوقت خدا نے رسول پاک پر حسب ذیل وحی بھیجی حالانکہ ہڈی ابھی آپکے ہاتھ ہی مین تھی ۔ یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذٰلک ادنیٰ الخ ترجمہ اے نبی کہدو واسطے بی بیون اپنی کے اور بیٹیون اپنی کے اور بی بیون اپنی کے اور بی بیون مسلمانون کے نزدیک کرلین اوپر اپنے چادرین اپنی ۔ یہ بہت نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جاوین پس نہ ایذا دی جاوین ۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ۔ البتہ اگر نہ باز رہینگے منافق اور وہ لوگ کہ بیچ دلون اُنکے کے بیماری ہے اور بد خبر اُڑانے والے بیچ شہر کے البتہ پیچھے لگا دینگے ہم تجکو اُن کے پھر نہ ہمسایہ رہینگے تیرے بیچ اُس کے مگر تھوڑے دنون ۔

تقدیس القرآن ۔ افسوس اسپر بھی اہلسنت عمر صاحب کے منافق ہونے کو نہین مانتے حالانکہ حدیث کیسی صاف ہے اور آیت کیسی واضح ہے ۔ بہر حال یہ سب موشگافی ہے علماے اہل سنت کی جنھون نے اس روایت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رات کو نازل ہوا مگر نہ معلوم اسپر اعتراض کیا ہے کیونکہ خدا و رسول کا تعلق ہمہ وقت یکسان ہے جب اوسکی مصلحت ہوتی ہے وہ اپنے رسول پر احکام کو نازل کرتا ہے خواہ دن ہو خواہ رات پھر اسمین اعتراض ہی کیا ہے ۔

مسافر اعلی الصبح کی وحی ۔ لیکن تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ رات و دن کے اعلی الصبح بھی وحی نازل ہوتی ۔ جیسا کہ صحیح مین عائشہ سے روایت ہے کہ صبح کی نماز کا وقت آگیا تھا اور رسول اللہ صلعم نے پانی تلاش کرنے سے نہ پایا تو آپ پر فوراً یہ آیت نازل ہوئی ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق الخ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کھڑے ہو تم واسطے نماز کے پس دھو و مونھون اپنون کو اور ہاتھون

اپنون کو کہنیون تک۔ اور مسح کرو سرون اپنون کو اور دہو پاؤن دو ٹھنون تک اور اگر ہو
تم ناپاک پس نہالو اور اگر ہو تم بیمار یا اوپر سفر کے یا آوے کوئی تم مین سے مکان ضرور سے
یا صحبت کرو تم عورتون سے پس نپاؤ پانی پس قصد کرو تم مٹی پاک کا پس ملو موہون اپنون کو اور
ہاتھون اپنون کو اُس سے نہین ارادہ کرتا اللہ تو کہ کرے اوپر تمہارے کچھ تنگی۔

تقدیس القرآن۔ اس روایت پر بھی اعتراض کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ صبح ہو یا
شام۔ دن ہو یا رات سب خدا کی مشیت وارادہ سے ہین آپکا اسپر اعتراض ہی کیا ہے نہ ہم اہل
اسلام خدا کو صرف علۃ العلل جانتے ہین جو مثل کمہار روح اور مادہ کو ترکیب دیتا رہے نہ قرآن کو
ایشور کا گیان جانتے ہین جو چار رشی پر ظاہر ہوا۔ بلکہ ہم تو خدا کو قادر و مختار جانتے ہین وہ اپنی
قدرت واختیار سے رسول کو منتخب کرتا ہے اور اوسپر اپنے احکام نازل کرتا ہے جس کی وہ رسول
امت تک تبلیغ کرتا ہے۔

مسافر موسمون کے مطابق وحی۔ چونکہ دراصل قرآن حضرت محمد صلعم کی ضرورت وحالات کے مطابق
بنتا رہا ہے اسلئے علماء اسلام نے بھی حضرت کے حالات کے مطابق ہی بعد تحقیقات قرآنی آیات کو
مختلف اقسام مین تقسیم کردیا ہے۔ اور منجملہ انکے ایک تقسیم صیفی وشتائی کے نام سے بھی موسوم ہے
قرآن کا صیفی وہ حصہ ہے جو موسم گرما مین بنا اور شتائی جو موسم سرما مین (موسم برسات شاید عرب
مین ہوتا ہی نہین) مثلاً بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل مین ابن اسحق کے طریق پر عاصم بن عمر بن
قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ جب کسی جنگ پر جایا کرتے تھے تو سمت مقصود کے
سوا دوسری جانب کا ارادہ ظاہر فرمایا کرتے لیکن جنگ تبوک کے وقت آپنے صاف کہدیا تھا کہ
اے لوگو مین رومیون پر چڑھائی کرنے والا ہون۔ اور یہ جنگ نہایت ہی سخت گرمی کے موسم مین
ہوا تھا۔ اسی اثنا مین کہ رسول اللہ ایک دن اس جنگ کی تیاری مین مصروف تھے تو آپنے
جدّ بن قیس سے فرمایا کہ کیا تجھکو رومیون کی بیٹیون سے بھی کچھ محبت ہے؟ جدّ بن قیس نے
کہا یا رسول اللہ میری قوم کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ مجھسے بڑھکر عورتون کا فریفتہ کوئی شخص
بمشکل ہی ہوگا۔ اور مجھے خوف ہے کہ اگر مین کہین رومیون کی بیٹیون کو دیکھون تو فریفتہ نہ
ہو جاؤن اسلئے آپ مجھے یہین رہنے کی اجازت دیجئے پس اسوقت فوراً حضرت پر یہ آیت نازل

ہوئی ومنہم من یقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتنۃ سقطوا وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین الخ۔ اور بعض اون مین سے وہ شخص ہے کہ کہتا ہے پروانگی دو ہمکو اور مت فتنے مین ڈالو مجھکو خبردار ہو بیچ فتنہ کے گر پڑے۔ اور تحقیق دوزخ البتہ گھیر رہی ہے کافرونکو۔ اسی طرح شتائی یعنی موسم سرما مین نازل شدہ آیتون کا بھی قرآن سے صاف پتہ چلتا ہے۔ مثلاً جو آیتین قرآن کے سورہ احزاب مین غزوہ خندق کے بارہ مین آئی ہین۔ وہ سب موسم سرما کا تحفہ ہین۔

تقدیس افسوس یہ اعتراض بھی محض لفظی ہے جس سے کسی قسم کا اعتراض نہین ہوسکتا۔ کیونکہ جاڑہ گرمی تو فصل کے لوازم سے ہے جب قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تیئس برس تک نازل ہوتا رہا تو ضرور ہے کچھ زمانہ گرمی کا ہو گا کچھ جاڑے کا اوسی تقسیم سے یہ تقسیم بھی ہے کہ فلان سورہ یا فلان آیہ موسم سرما مین نازل ہوا فلان آیہ یا سورہ موسم گرما مین پھر اسمین اعتراض ہی کیا ہے۔

موسم برسات درحقیقت کوئی موسم نہین ہے ہندوستان مین گرمی کے آخر اور جاڑہ کی ابتدا کے درمیان کا حصہ ہے اسلئے وہ زمانہ تقسیم سے خارج ہے۔

اگر اڈیٹر صاحب مسافر کچھ غور و فکر سے کام لیتے تو معلوم ہوتا قرآن کیسی مہتم بالشان کتاب ہے کہ اوسکی تحقیقات مین مسلمانون نے ایسی کد و کاوش کی کہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ ورنہ آپ جانتے کہ وید ایسی کتاب ہے جسکا نہ آجتک مصنف معلوم ہوا نہ زمانہ تصنیف نہ وہ شخص جسپر وید نازل ہوا نہ وید نے الہام کا دعوی کیا۔ پھر ایسی کتاب کو کوئی کیونکر مان سکتا ہے بمقابلہ اوس کتاب جسکی تحقیقات مین اسقدر مسلمانون نے عرق ریزی کی۔

آپ اگر اسی امر پر غور کرتے کہ مسلمانون نے کیسی چھان بین کی ہے تو آپکو معلوم ہوجاتا یہ سب اسکی دلیل ہے کہ قرآن پر مسلمانون کا پورا اعتقاد تھا اور اسکو وحی الہی سمجھتے تھے جس مین اسقدر انہون نے تحقیقات کی۔ ورنہ اگر اونکو اس مین ذرہ بھی شبہہ ہوتا کہ یہ کلام الہی نہین ہے تو اولاً اس تحقیقات سے وہ خود ہی منکشف ہوجاتا ثانیاً ادہر کوئی رخ ہی نہ کرتا جیسا کہ وید کے ساتھ ہی معاملہ پیش آچکا ہے۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش باب گیارہ۔

مسافر بستر پر وحی پھر فراشی اور نومی کی تقسیم تخصیص ہے فراشی سے قرآن کا وہ حصہ مراد ہے جو ایسے وقت مین نازل ہوا جبکہ رسول اپنی کسی بیوی کے ساتھ بستر پر جاگتے ہوتے تھے اور آپ پر اس حالت مین وحی آتی تھی۔ اسکی مثال واللہ یعصمک من الناس اور الذین خلفوا وغیرہ آیات ہین آخرالذکر آیت کا نزول بقول علامہ سیوطی حضرت پر اُسی وقت ہوا تھا جبکہ آپ ام سلمہ کے بستر پر تھے۔ اور نومی سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جو آنحضرت پر بحالت خواب نازل ہوا۔ اور اسکی مثال سورہ کوثر قرآن مین موجود ہے امام رافعی اپنی تصنیف امالی مین لکھتے ہین کہتے ہین کہ پیغمبرون کا خواب دیکھنا بھی وحی ہوتا ہے مسلم نے انس سے ایک روایت کرتے ہوے کہا ہے کہ بعض اوقات پلک جھپکنے کی حالت مین بھی حضرت پر وحی آجایا کرتی تھی۔

تقدیس۔ اصل یہ ہے کہ بیچارہ مسافر نہ وحی کو جانتا ہے نہ الہام کی حقیقت سے واقف ہے کیونکہ نہ ان مین کوئی ملہم ہوا نہ صاحب وحی نہ کوئی نبی ہوا نہ رسول لہذا وہ ہر بات سے گھبراتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ جب خدا ہے اور کوئی اوسکا رسول تو دونون مین ایسے تعلقات ہوتے ہین جو روح و جسم مین ہوتا ہے۔

اس مین کونسا تعجب ہے کہ رات کے وقت وحی آئی یا دن کو۔ صبح کو آئی یا شام کو۔ بستر پر آئی یا لحاف مین ضرورت کو خدا ہی جانتا ہے۔ مصلحت سے وہی واقف ہے۔

یہ سب حدیثین علماے اہلسنت کی ہین جنہون نے اس طرح تقسیم کیا اور بال کی کھال نکالا جسکو کلام خدا و رسول سے کوئی تعلق نہین نہ اوسپر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپکا فرض تھا کہ اوس اعتراض کو لکھتے کہ اس طرح کی وحی آنے سے کیا خرابی لازم آتی ہے ورنہ جب قرآن متفرق طور پر نازل ہوا تو ایسے اوقات کا ہونا لازمی ہے۔

یہ پوری تحریر مسافر کی اور اوسکا مختصر جواب آپکے پیش نظر ہے جس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ نفس قرآن پر کوئی اعتراض ہے نہ اوسکی حقانیت اور صدق و راستی پر حرف آسکے کہ روایات اہلسنت کی بنا پر کچھ محل نزول پر۔ کچھ حالت نزول پر کچھ وقت نزول پر مسخر اوڑایا گیا ہے جس سے نفس قرآن پر کوئی اعتراض نہین۔

اسکے مقابل مین مناسب تھا کہ ہم بھی کچھ حالات وید لکھتے۔ مگر چونکہ خود بہت سے ہندؤنکا اعتقاد ہے کہ یہ نسخا چر بھنگریون کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ سابقاً کچھ اجمالاً لکھا بھی گیا اسلیئے ہم اس الزامی جواب کو یہان متروک کرتے ہین کیونکہ یہ بھی ایک طرح کی بے ادبی ہے جو قرآن کے مقابلہ مین وید کا نام لیا جاے۔

ہان چونکہ مسافر کے اس نئے باب نے مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر مسلمان کی آنکھ کو بھی کھولا ہے اور اونکا مہر سکوت ٹوٹا ہے لہذا اونکے جوابات کو بھی ہم یہان پیش کرتے ہین تاکہ یہ رسالہ مکمل ہو اور اجمالاً طور پر اون کے اغلاط بھی قوم کو معلوم ہون۔

مسلمان مورخہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء نمبر ۱۶ جلد ۳ لکھتا ہے۔

تنقید آریہ۔ دوسرا باب نمبر اول مسافر تنقید باب اول کو ختم کر چکا ہے۔ اب اُس نے باب دوم شروع کیا ہے۔ باب اول کے شروع مین اوس نے دعوی کیا تھا کہ ہم قرآن مین اٹھارہ سو اختلاف دکھاوینگے (دیکھو مسافر ۵ جون سنہ ۱۹۱۰ء) اس دعوی مین وہ کہانتک کامیاب ہوا؟ ناظرین مسلمان سے مخفی نہین۔ ہمارے بعض اسلامی بھائیون کی مدد سے اُس نے چند روایات غلط سلط لکھین۔ جن مین سے بعض کا نہ سر نہ پیر۔ بعض اصل مطلب سے بے تعلق جنکے جوابات "مسلمان" مین ہوتے رہے۔ اور یہ سوال ہمیشہ مسافر کیلئے سوہان روح رہا کہ دعوی تمھارا تو قرآن کے اندر اختلاف بتلانیکا ہے جنکی بابت تمنے بڑے زوردار لفظون مین دعوی کیا تھا چنانچہ تمھارے ہی الفاظ یہ ہین۔

"اگلے ہفتہ سے مہاشہ ستدیو کی طرف سے قرآن مجید پر تنقید کا سلسلہ شایع ہونا شروع ہوجائیگا جسمین قرآن پر علمی ومعنوی پورے اٹھارہ سو لاجواب اعتراض مع دلائل ثبوت از اسلامی کتب پیش کیے جائینگے" (مسافر ۵ جون سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۹)

پھر تم کیون ادھر اودھر بھٹکتے پھرتے ہو۔ اپنے دعوی کا ثبوت کیون نہین قرآن مجید سے دیتے؟

ناظرین! اس متکبر کی عبارت غور سے دیکھین اور بتلاوین کہ منکر مذکور کو اپنے دعوی مین پاس ہوا یا فیل؟ جسپر یہ کہنے کا حق حاصل ہے ؎

جناب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اوٹھاتا ہے تکبر وہ بری شی ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

بہرحال کچھ بھی ہو "مسلمان" کا فرض ہے کہ مسافر جیسے متکبر کی گوشمالی کرے اسلیے آج اس کے دوسرے باب کی بھی پڑتال کرتے ہین ناظرین بغور پڑہین ۔

تقدیس نہ معلوم اس جملہ مین آپنے بعض **اسلامی بھائیون** سے کس طرف اشارہ کیا ہے ۔ کیونکہ بجز اڈیٹر النجم لکھنؤ اور کسی نے یہ دعوی نہین کیا کہ تحریف قرآن کا راز ہمنے ایسا فاش کیا ہے کہ سارے ہندوستان مین یہ آواز گونج گئی اور بچے بچے واقف ہو گئے ۔ پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے اوسکا نام صاف صاف کیون نہ لیا جو پردہ داری سے کام لیا ۔

یا آپکا اشارہ مترجمین اتقان کی طرف ہے جیساکہ خود ہی مین فرماتے ہین "چنانچہ حافظ سیوطی کی کتاب **اتقان** اسی قسم کے خیال سے بھری پڑی ہے جسکے اردو ترجمہ سے مسافر بھی فائدہ اوٹھاتا ہے ص۳ کالم ۲

تو اگر آپکا اعتراض اس ترجمہ پر ہے تو پھر آپ اپنے علما و صحابہ کے نام پر رو دیجیے جنھون نے اسقدر مواد فساد جمع کر دیا ہے کہ مخالفین اسلام کو پورا موقع مل گیا ۔

آپ لکھتے ہین "جنکے جوابات مسلمان ہین ہوتے رہے" مگر افسوس جنلوگون نے **تقدیس** کو دیکھا ہوگا اون کو معلوم ہے کہ آپنے صدہا اعتراض کو چھوڑ دیا چنانچہ اسکے قبل جتنے نمبر گذرے ہین اون سب کا جواب آپ سے ہو سکا ۔

بہرحال بعد نقل عبارت مسافر لکھتے ہین "مسلمان ہم بھی آپکا سارا زور دیکھنا چاہتے ہین

ع ہم بھی ہین سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو آج دیکھین کاٹ تیرے ابروے خمدار کا"

پھر بعد نقل لکھتے ہین ۔

مسلمان سارا زور آپکا فقرہ زیر خط پر ہے ۔ مگر عقلمند ہم کو یہ تو بتلا کہ یہ نتیجہ تمھاری پیش کردہ روایات مین سے کس روایت سے پیدا ہوتا ہے ۔ ہم اس موقع پر ان روایات پر بحث نہین کرتے نہ ان کی تنقید کر کے صحیح کو غلط سے الگ کرتے ہین بلکہ ہماری دریادلی دیکھو کہ ہم ان سب کو مانے لیتے ہین تاہم تم یا تمھارا کوئی ہم خیال آریہ ہمکو بتلادے کہ کس روایت سے تمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کی بناوٹ کی تواریخ خود مسلمانون کو بھی معلوم نہین ۔ او مسافر اسن مسلمانون کے ایک ایک بچے کو معلوم ہے کہ آج تیرہ سو بیالیس سال

ہوئے ہین کہ قرآن کا نزول شروع ہوا تھا اور تیرہ سو انیس برس (قمری) ہوئے ہین کہ قرآن کا نزول تمام وکمال ہو چکا - یہ ہے قرآن کے نزول یا بقول تمھارے بناوٹ کی تواریخ -

آؤ تو ذرہ ہم تم سے بھی ایک سوال کرین تاکہ تمھین بھی قدر عافیت معلوم ہو مرد میدان ہو تو جواب کے لئے آگے بڑہنا -

بتلاؤ وید کب الہام ہوئے؟ کس پر ہوئے - کہان ہوئے ثبوت خود ویدون سے یا معتبر مستند تواریخ سے دینا - ہان یہ بھی بتانا کہ وید کتنے حصے کا نام ہے - برہمن کا حصہ وید ہے یا نہین ہے تو سوامی کیون انکاری ہین؟ نہین ہے تو سناتنی ہندو کروڑہا کیون اقراری ہین؟

سماجی مترو اس ؎

مشکل بہت پڑیگی برابر کی چوٹ ہی آئینہ دیکھیے گا ذرہ دیکھ بھال کر

قرآن مجید کی سورتون کے مقام نزول مین اختلاف ہونا اور بات ہے اور اس بات مین اختلاف ہونا کہ یہ حصہ الہامی ہے یا نہین اور بات ہے - قرآن مجید کی سورتون کے نزول پر تو تم نتائج پیدا کرو کہ مسلمانون کو قرآن کی تاریخ معلوم نہین مگر ویدون کے حصون مین اختلاف ہو تو اُن کے حال پر تمھین ذرا رحم نہ آوے اور تم اتنا بھی نہ سوچو کہ اس سے یہ نتیجہ آسانی نکلتا ہے کہ شروع شروع مین ویدون کو الہامی نظر سے نہین دیکھا گیا ہو گا بعد کو بقول پیران نمی پرند و مریدان ہمے پرانند متقدمین کو الہامی بنانے کا خیال آیا تو جتنا حصہ جسکے خیال مین الہامی پایا گیا اوس نے اوسی کو الہامی قرار دیا باقی کو جواب اسی کو کہتے ہین ؎

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد -

تقدیس جواب چست ہے اگر تہذیب کا خیال رکھا جاتا کیونکہ اصلی نتیجہ مسافر کا یہی تھا "اس کے اختلاف سے اس نتیجہ پر پہونچین کہ قرآن کی بناوٹ کی تواریخ خود مسلمانون کو بھی ٹھیک طور پر معلوم نہین ہے"

یہی خط کشیدہ عبارت ہے جسکی طرف مسلمان نے اشارہ کیا - اور تقدیس مین

اسکا مہذب جواب پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ کیونکہ ویدون مین صرف یہی اختلاف نہین ہے کہ بعض الہامی ہے اور بعض غیر الہامی۔ بلکہ بہت سے لوگ تو اسکو سرے سے الہامی ہی نہین جانتے بلکہ نشاچر اور بھنگریون کی گیت بتاتے ہین۔
پھر بعد نقل قول مسافر لکھتے ہین"۔
مسلمان اس بیان سے بھی کیا ثابت ہوا یہ کہ مسافر نے تنقید قرآن خوب لکھی نئے خریدار بہت سے بنے اس کے سوا اور کوئی مطلب کی بات نہین۔ **مسافر** ! یہ تو علما کا اختلاف ہے جو ہر ایک مذہب مین ہوتا ہے جس کی بابت سوال کرنا غالباً اونہی لوگون کا کام ہے جو حقیقت مذہب سے ناواقف ہون۔ مکی سورتین کون ہین۔ مدنی کون ہین ان مین تو خود علما اسلام کی تحقیق مختلف ہے چونکہ اسپر اسلام کا دارومدار نہ تھا بلکہ اسلام کا دار و مدار تو قرآن مجید کے عمل پر ہے کیونکہ قرآن مجید عمل سکھانے کو آیا ہے اس لئے شروع ہی سے اس امر کی طرف توجہ نہین کی گئی نہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی بابت کچھ فرمایا بلکہ آیت جہان اترتی آپ اتنا فرما دیتے اس کو فلان سورت مین ملادو۔ اس سے بعد علما نے بطور خود اس کی تحقیقات شروع کی جو جس کی سمجھ مین آیا اوسنے لکھ دیا۔ اس سے قرآن مجید کی اصلیت یا نزول پر کوئی اعتراض نہین۔ بلکہ مسافر کی سمجھ کا پھیر ہے۔
تقدیس اس مین یہ فقرہ غلط ہے" بلکہ آیت جہان اترتی تو آپ اتنا فرمادیتے اس کو فلان سورت مین ملا دو" کیونکہ مجلدات سبعہ الشمس مین یہ امر محقق طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ جو قرآن حضرت نے خود اپنے اہتمام سے لکھوایا تھا وہ صحابہ مین نہین لیا گیا بلکہ بطور خود ابوبکر نے مرتب کرا یا۔ پھر عثمان نے اوس مین تغیر دیا لہذا یہ کہنا کہ حضرت نے اس طرح لکھوایا محض غلط ہے۔
بلکہ یہ سب کارروائی صحابہ کی ہے۔ ہان جو سورۃ پہلے ہی سے مکمل یاد دیتے اوس مین کچھ تصرف نہ کیا گیا ہو تو ممکن ہے مگر سارے قرآن کی نسبت یہ دعوی غلط ہے۔ کیونکہ اگر حضرت کا ترتیب دیا ہوا قرآن ہوتا تو ان اعتراضات کی مطلق گنجایش نہوتی۔

پھر بعد نقل عبارت مسافر لکھتے ہین -

مسلمان اسپر کیا اعتراض - اس سے تو بلکہ یہ ثابت ہوا کہ اہل اسلام کو قرآن مجید سے ساتھ اس قدر اُنس اور اہتمام رہا ہے کہ اس کی ایک ایک آیت کی تحقیق کر چکے ہین - مگر یہ تحقیق ایسی نہین جیسی ہندؤن اور آریون نے ویدون کی - کی ہے کہ ایک فریق تو کہتا ہے برہمن بھاگ وید مین داخل ہے دوسرا کہتا ہے ویدون سے خارج ہے - ہان ایسی تحقیق بے شک اہل اسلام نے کی ہے جسکا ذکر مسافر آج کل کر رہا ہے اس سے قرآن مجید کی اصلیت پر کوئی اثر نہین -

تقدیس جواب تو ٹھیک ہے مگر افسوس آپکو اپنے گھر کی خبر نہین کہ ابن مسعود سورۃ الحمد و معوذتین کو قرآن سے خارج سمجھتے تھے جیساکہ مکرر مذکور ہوا لہذا یہ معارضہ نادرست ہے - اور وہی درست ہے جو تقدیس نے لکھا کہ اس قسم کی تحقیقات جو مسلمانون کی آجتک کسی کتاب کو نصیب نہین ہوئی - اور ابن مسعود کا قول اس بنا پر نہین تھا کہ وہ الحمد و معوذتین کو غیر الہامی جانتے ہون - بلکہ وہ صرف کتابت سے قرآن مین مانع تھے -

پھر بعد نقل مسافر لکھتے ہین -

مسلمان - مسافر کو یہ حدیث بہت یاد ہے ایک دفعہ (۸ نومبر ۱۹۱۰ء) کو اسنے اس حدیث سے ایک مطلب نکالا تھا جس کے جواب مین مسلمان مورخہ ۱۵ نومبر مین لکھا گیا تھا کہ یہ مطلب کسی حدیث سے ثابت کر دو تو مبلغ یکصد پچاس روپیہ انعام لو - افسوس کہ آجتک مسافر کو انعام حاصل کرنے کی جرأت نہوئی - اوس سے بعد اوس نے ایک اور رنگ مین اعتراض اٹھایا جسکا جواب مسلمان مورخہ ۲۲ اگست صفحہ ۳ مین دیا گیا تھا آج پھر وہ بقاعدہ تناسخ اور رنگ مین آیا ہے - اس دفعہ اوس نے اعتراض کی نوعیت نہین بتلائی - اسی لیے ہم بھی صرف اتنا ہی کہنے پر قناعت کرتے ہین کہ بیوی خاوند کا ملاپ ہر مذہب مین جائز بلکہ حکم ہے اس لیے مرد کا بیوی کے پاس ہونا یا اوسکے لحاف مین ہونا ایسا ہی جائز ہے جیسا مسجد یا سماج مین ہونا - پھر ایسی حالت مین وحی الٰہی پہنچے تو کوئی اعتراض نہین - اور نہ قرآن مجید کی حقیقت یا حقیت پر کوئی وار ہو سکتا ہے -

تقدیس ہمکو ان قصون سے تو مطلب نہین مگر اتنا ضرور کہینگے کہ یہ روایت صحیح ترمذی مین موجود ہے مگر سرتا پا غلط جسکی غرض صرف مدح سرائی عائشہ ہے جسکا ابطال اوس روایت سے بھی ہوا جو پہلے ذکر ہوئی کہ خود حضرت ام سلمہ کے بستر پر بھی قرآن نازل ہوا۔

مسلمان ۲۴ مورخہ ۲۵ اپریل مین بقیہ اعتراضات مسافر کا جواب دینے چلے ہین چنانچہ لکھتے ہین "

تنقید قرآن باب ۱۲ مسافر کو جب پتہ کی کوئی بات نہین ملتی تو پھر ادہر اودہر کی بے معنی اور ناقابل اعتراض روایات لیکر خواہ مخواہ درج کر دیتا ہے تاکہ اوس کے ناظرین سمجھین کہ پنڈت جی بڑے دوران ہین۔ اس باب مین وہ ایسی ہی چال چلتا ہے۔

تقدیس تقریر تو معقول ہے مگر آپکو اپنے علما پر غصہ کرنا چاہیے جنہون نے بے سمجھے بوجھے ایسی روایتین بھر دین جس سے خواہی نخواہی مخالفین اسلام کو مضحکہ کا موقع ملتا ہے۔

بعد نقل مسافر لکھتے ہین۔

مسلمان - اچھا تو اسپر اعتراض کیا؟ او نادان جب ہم مسلمان یہ بات مانتے ہوئے ہین اور ہماری تاریخ اس بات کی زندہ شہادت موجود ہے کہ قرآن مجید ۲۳ سال نازل ہوتا رہا وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورت ہوتی تھی خدا تعالی مسلمانون کو اطلاع فرمایا کرتا تھا۔ اسپر اعتراض کیا۔ ہان اہل اسلام کو قرآن شریف کے ساتھ دلی انس اور محبت کامل تھی اسلئے علما نے اس کی تحقیق بھی کرنی چاہی کہ قرآن مجید کس کس وقت نازل ہوا کہان کہان نازل ہوا۔ چنانچہ حافظ سیوطی کتاب **اتقان** اسی قسم کے خیال سے بھری پڑی ہے۔ جس کے اردو ترجمہ سے مسافر بھی فائدہ اوٹھاتا ہے۔ غرض کوئی بات قابل اعتراض تو اوسکو ملتی نہین۔ خواہ مخواہ ادہر ادہر کی لگا کر وقت ضایع کرتا رہتا ہے۔ اور اپنے ناظرین ناواقفون پر اپنی واقفیت کا سکہ جماتا ہے۔ بہت اچھا ہم بھی بقول چلو تم ادہر کو جدہر کی ہوا کی۔ اوس کی ایسی بے مطلب باتین بھی سن لیتے ہین۔ آگے چلیے۔

تقدیس قرآن پر اعتراض تو بے شک غلط ہے مگر اس آیہ سے خلیفہ دوم کا منافق ہونا تو بخوبی ثابت ہوا کیونکہ اونہون نے حضرت سودہ کو چھیڑا تھا اور اسپر یہ آیہ نازل ہوا تو کیا اب بھی خلیفہ

اب بھی خلیفہ دوم کو منافق نہ مانوگے؟
پھر بعد نقل مسافر لکھتے ہین ۔
مسلمان ۔ کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے اسپر اعتراض کیا ہے ۔ اور تمہارا مقصد کیا ہے ۔ ہان ہم مانتے ہین جب خدا چاہتا وحی بھیجتا جب کوئی امر پیش آتا وحی آجاتی ۔
تقدیس ۔ جواب ٹھیک ہے مگر لہجہ برا ہے ۔
پھر بعد نقل مسافر لکھتے ہین ۔
مسلمان ۔ ظالم اعتراض تو کرو کچھ منہ سے تو بولو گھنگیان کیون چباتے ہو ۔ ہوش مین آؤ ۔ کہتے کیا ہو ۔ بس یہی تمھاری تنقید ہے ۔ ہان ہم مانتے ہین کہ بلحاظ موسم بھی قرآن مجید کی آیات کی تلاش کی گئی ہے ۔ گرمی کی الگ ۔ سردی کی الگ ۔ مگر اس سے قرآن مجید پر تنقید کیا ہوئی ۔ واہ جی پنڈت جی تم بھی تو بھی بھلے بھوج پتر ہو ۔
تقدیس ۔ کیا تہذیب ہے کیا متانت ہے کہ خواہی نخواہی غصہ آئے اور جواب تلخ پر آمادہ ہو ۔
پھر نقل مسافر لکھتے ہین ۔
مسلمان ۔ لوسے بس ہو چکی سماج تو ٹیل اوہلے ہے ۔ بس سارا زور لگا کر تھک گئے مگر بات کوئی بھی ہاتھ نہ آئی ۔ کیا مہاشہ جی تنقید القرآن یہی ہے یہی وہ سلسلہ مضمون ہے جس مین اٹھارہ سو اور بالفاظ دیگر اختلاف قرآن مجید مین دکھانے کیلئے کھڑے ہوے تھے ۔ بتاؤ تو اختلافات کہان ہین ۔ آہا آخر کار دھوتی ڈھیلی ہو گئی ۔ او مسافر

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو ۔ کہ آسان نہین دل لبھانا کسی کا

تقدیس جواب معقول ہے مگر افسوس انداز کلام نامعقول ہے ۔ اب ہم پھر مسافر کی عبارت مع جواب سلسلہ وار لکھتے ہین ۔

مسافر جلد ۷ مورخہ ۸ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پچھلے ہفتہ ہم مختصراً بتلا آئے ہین کہ مسلمانون کے عقیدہ کے مطابق قرآن کہان اور کن کن حالتون مین نازل ہوا۔ اب اسکے بعد ہمین یہ سوال حل کرنا ہے کہ قرآن کس پر نازل ہوا۔ یا اپنے الفاظ مین یون کہو کہ قرآن کا اصل مصنف کون تھا؟ چونکہ قرآن کی تصنیف ملک عرب مین ہوئی ہے اور مسلمانون نے حضرت محمد صاحب کے زمانہ نبوت کی کوئی ایسی معتبر تواریخ کسی آزاد شخص کی بنائی ہوئی دنیا مین باقی نہین چھوڑی ہے جو قرآن کی تصنیف اور حضرت کی نبوت کے ترکیش حالات آج تیرہ سو سال بعد دنیا کو بتلا سکتی ہے لہذا اون لوگون کیلئے جو قرآن کو اللہ میان کی تصنیف ماننا پروردگار عالم کی ہتک سمجھتے ہین۔ یہ سوال آج حل کرنا بہت مشکل ہے کہ دراصل قرآن کسکے دماغ کی اختراع ہے۔ اور چونکہ مسلمان لوگ اس بات کو بھی ایک معجزہ مانتے ہین کہ ایک امی شخص پر قرآن جیسی فصیح کتاب نازل ہوئی اس لئے محمدی مورخون و محدثون نے جہان کہین بھی قرآن کی بناوٹ کا ذکر آیا ہے یہی ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ فلان آیت یا سورہ اس طرح محمد صاحب نے لوگون کو سنائی۔ اور قرآن کی تصنیف کے متعلق حقدار لوگون نے نام چھپانے کی سخت کوشش کی ہے۔ دوسری صورت مین اگر ہم ان محمدی مورخون کے بیانات کو اس بارہ مین راستی پر مبنی مان لین تو پھر یہ ماننا پڑیگا کہ محمد صاحب کو امی یعنی قطعی ناخواندہ ظاہر کرنا سراسر تعصب پر مبنی ہے۔ اور خصوصاً اس صورت مین جبکہ دو چار گمنام حدیثون سے اب یہ صاف ثابت ہوگیا ہے کہ محمد صاحب ہرگز امی نہ تھے۔ پس ان حالات مین آج ہر ایک محقق اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہے کہ محمد صاحب ہی قرآن کی تصنیف کے ذمہ وار ہین۔ اور آپ حالات زمانہ و ضروریات خود غرضانہ سے متحرک ہوکر ایام نبوت مین جو آیات بناتے رہے ہین اونہین کو عام لوگون سے

سُن سُنا کر آپکے خلیفہ عمر ابوبکر و عثمان نے کتاب کی صورت مین جمع کر دیا۔ اور جو واقعات کہ قرآن کی تصنیف کے متعلق اس وقت ہمارے روبرو ہین وہ سب سب اسی امر کی تائید کرتے ہین۔

تقدیس القرآن ہمارا خیال تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اب سے سلسلہ وار جواب شروع کیا ہے تو اس قاعدہ سے اس تحریر کا جواب وہ بھی فوراً ہی دینگے مگر افسوس ایسا نہین کیا۔ بلکہ اسکو بہین چھوڑ کر آگے بڑھے اور پچھلے نمبر و نمبر اوترے چنانچہ ۸ اپریل کے بعد وہ ایسا خاموش ہوئے کہ اونکی جلد ۳ بھی ختم ہوئی اور مسافر کے مقابل مین نہ آئے۔

جلد ۴۔ ۸ جمادی الثانیہ سے شروع کی۔ مگر ۲ نمبر تو یونہی خالی چھوڑے ۳ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۱ء سے شروع بھی کیا تو پہر پہونچے ماہ مارچ مین چنانچہ فرماتے ہین "تنقید آریہ۔ گذشتہ پرچہ مین ہمنے مسافر کی تنقید کو ۱۰ مارچ تک پہونچایا تھا جس مین ہنوز کچھ باقی ہے مسافر کو اس نمبر پر بڑا ناز ہے اسلئے ہم بھی اوسکی نازبرداری کرتے ہین"

مگر کوئی اس بندہ خدا سے پوچھے کہ آپکا گذشتہ نمبر کون ہے۔ کیونکہ بظاہر گذشتہ نمبر تو وہی کہلاتا ہے جو اس سے پہلے ہو تو فضل خدا سے آپنے نہ نمبر ۱ مین کچھ لکھا نہ ۲ مین پھر وہ کونسا گذشتہ نمبر ہے جسکی طرف یہان اشارہ ہو رہا ہے۔

آپنے تو مسلمان ۲۶ جلد ۳ مورخہ ۸ اپریل مین مسافر کی تنقید ۲۴ مورخہ ۱۰ مارچ کا جواب شروع کیا تھا اوسکے بعد مسافر نے اپنا یہ مضمون جو یہان لکھا گیا ۸ اپریل کو شروع کیا۔ پھر یہ کیسی شترگربہ گی ہے کہ اس سلسلہ کو بہین ناتمام چھوڑ کر۔ پہر آپ ۱۰ مارچ کے مضمون پر پہونچے۔ آخر آپ آدمی ہین یا کیا۔ مسلمانون کو تو اسکا اشتیاق ہے کہ آپ مسافر کے نئے باب کا جواب لکھینگے اور آپ پہونچے پہر پچھلے باب پر جسکو ادہورا چھوڑ کر آپ روانہ ہوتے ہین اور معلوم نہین ہوتا کہ کہان جاتے ہین۔

بہر حال چونکہ مسافر کے مورخہ ۳ مارچ ۱۰ مارچ ۱۷ مارچ کا جواب مفصل ہم تقدیس القرآن حصہ دوم مین لکھ چکے ہین - اور ۳۱ مارچ کا اس حصہ سوم مین لہذا ہم اوسنے سلسلہ سے ہمکو تعلق نہین کہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر اور وار کیے جائین بلکہ اسی سلسلہ کا جواب دیتے ہین جو ۳۱ مارچ سے شروع ہوا اوسکا یہ دوسرا نمبر ہے جو ۴ اپریل کو مسافر نے شایع کیا -

اسکا جواب بہی تھوڑا سا مسلمان نے ۱۵ جلد ۲ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۱۱ء مین دیا ہے مگر ہم ابہی اوس سے تعرض نہین کرتے بلکہ صرف مسافر کے اعتراضونکی حقیقت دکھاتے ہین -

(۱) اسمین نہ کوئی عقیدہ ہے نہ آپنے کوئی بات بتلائی بلکہ تمام عالم کو معلوم ہے خدا نے اپنے حبیب خاص رسول اللہ پر قرآن نازل کیا جسکی صداقت نے نہ صرف اوس زمانہ مین بلکہ آجتک تمام عالم کو مبہوت کردیا - اور مسلمانون نے اپنے حسن عقیدت کو دکھادیا کہ کس کس طرح ایک لفظ کی تحقیقات کی -

(۲) کیا اسمین بہی شک ہے کہ قرآن خدا کے رسول محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا -

(۳) کفار قریش اور یہود و نصاری سے بڑھکر کون آزاد ہوسکتا ہے جنکے اقوال تمام تواریخ عالم مین موجود ہین اور کیسی شہادت دیرہے ہین -

(۴) لہذا آپکو سب سے پہلے وید سے دست بردار ہونا چاہیے جسکی کوئی تاریخ نہین ہے - نہ خود وید نے کبہی الہام کا دعوی کیا نہ آجتک کوئی تاریخ اوسکی معلوم ہوسکی - بخلاف قرآن کہ ہر قسم کی شہادت خود اوس مین موجود ہے اور تمام مخالفین اسلام اوسکی شہادت دیرہے ہین -

(۵) گو یہ خط صرف ایک ہی شخص کو ہوا جسنے یہ فقرہ لکھا ورنہ کفار قریش و یہود و نصاری سب ہی اسکو مانتے ہین کہ رسول اللہ نے اسکو کلام خدا کہا نہ کسی کی تصنیف ہے نہ تالیف ہے - بلکہ حضرت پر وحی آیا کرتی اور آپکی حالت دگرگون

ہوجایا کرتی۔

(۶) مگر اس مین اون کا کیا قصور اونکو یہی معلوم تھا اور یہی جانتے تھے پھر اسکے خلاف کیونکر کہتے آپکو اگر کچھ معلوم ہے تو سنایئے۔

(۷) مگر افسوس یہ کیسا سخت لغو اعتراض ہے کیونکہ جن لوگون نے ایک ایک آیت کی ایسی تحقیقات کی کہ کسوقت اور کہان اور کس بارہ مین نازل ہوا۔ اگر اونکو کچھ بھی اسمین شبہہ ہوتا تو کب چھپاتے۔

(۸) معجزہ اوسیکو کہتے ہین جو انسان کی قدرت اختیار سے باہر ہو۔ پس خود کیجے بیان سے اسکا معجزہ ہونا ظاہر ہوگیا کیونکہ امی سے ایسا امر ہونا بقول آپکے ناممکن ہے۔ اور چونکہ امی ہونا ثابت ہے لہذا معلوم ہوا کہ امر ناممکن آپسے ظاہر ہوا اور یہی معجزہ ہے۔

(۹) مگر آپنے ایک حدیث بھی تو ایسی نہ لکھی جس سے معلوم ہو کہ آپ امی نہ تھے۔

(۱۰) سبحان اللہ کیا مجبوری ہے۔ کیونکہ جب امی ہونا حضرت کا ہر طرح سے ثابت ہے۔ پھر آپ مصنف کیونکر مانے جا سکتے ہین۔

(۱۱) مگر افسوس آپنے اپنے ایک دعوی کو بھی نہ ثابت کیا نہ کوئی دلیل اسکی دی حضرت امی نہ تھے نہ اسکو ثابت کیا کہ آپکا دماغ زمانہ کی کسی تحریک سے متاثر ہوکر اسکا موجد ہوا پھر فضول تقریر سے کیا حاصل۔

مسافر طریقہ تصنیف ۔جہان تک پرانی تفاسیر و احادیث سے محمد صاحب کے طریقہ تصنیف کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو آن حضرت اپنے زمانہ کے مطابق ایک عقلمند آدمی تھے ہی اوسپر طرہ یہ کہ آپ غیر ممالک کی سیر و سیاحت کی بدولت اور بھی ہوشیار ہوگئے تھے۔ ادہر پرانے قصہ کہانیون کو جمع کرنیکا آپکو خاص شوق تھا۔ پس جہان ایک طرف آپنے یہودیون عیسائیون و پارسیون کے پرانے مذہبی قصہ جات کو جیسا کہ ہم پہلے ثابت کرچکے ہین۔ الہام کے نام سے۔ عربی زبان کے سانچہ مین ڈہال کر

اہل عرب کے روبرو پیش کردیا۔ وہاں دوسری طرف حالات زندگی و زمانہ کے مطابق جیسی جیسی آپکو ضرورت پیش آتی گئی اوسیکے مطابق آیتین طیار کرتے گئے لیکن جیساکہ اگلے بیان سے ثابت ہو جائیگا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت حسب موقع فقرہ بنانے کیلئے محض اپنی ہی طبیعت کی روانی پر دارومدار نہ رکھتے تھے بلکہ یہ آپکی عام عادت تھی کہ جب کوئی عمدہ فقرہ یا نیک و مفید مطلب بات کسی کے منہ سے سن لیتے تھے تو عموماً اوسی وقت یا کچھ دیر بعد جھٹ کہدیا کرتے تھے کہ خدا نے بھی مجھپر یہی بات نازل فرمائی ہی اور یون قرآن مین نہ صرف محمدؐ صاحب ہی کا قول موجود ہے۔ بلکہ اس زمانہ کے دیگر اشخاص کے بھی خیالات و اقوال قرآن مین جابجا بھرے پڑے ہین۔ گو ہم اس امر کی مثالین اسی سلسلہ مضامین مین کچھ عرصہ ہوا پیش ناظرین کر چکے ہین۔ لیکن تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید توضیح کیلئے چند اور مثالین اس جگہ درج کرتے ہین۔

لغت
تقدیس القرآن یہ ضرور ہے کہ آپ مخالف اسلام ہین اور اس مخالفت کی وجہ سے ہر طرح کا حق حاصل ہے۔ مگر ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ اوس کے خلاف گفتگو کرنے کا کسیکو حق نہین کذب و افترا کسی مذہب مین جائز نہین۔ پھر ایسی بات کہنا کیونکر جائز ہے جسکی کسی کتاب سے تصدیق نہو سکے۔ عقلمندی تو انسان کے درجہ کمال کی دلیل ہے احمق تو دنیا مین کسی کام کا نہین۔ پھر اوسکو معرض تعریض مین لانا کیسی عقلمندی ہے۔

غیر ممالک کی سیر و سیاحت تو حاوی لفظ ہے مگر حضرت کا سفر قبل رسالت تو بجز شام کے اور کہین کا معلوم نہین ہوتا یہ تو سر سے پانگ غلط ہے کہ حضرت کو پرانے قصہ کہانیون کے جمع کرنے کا شوق تھا۔ کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے حضرت امی محض تھے نہ کچھ لکھ سکتے نہ پڑھ سکتے پھر کیونکر جمع کرتے چالیس برس کا زمانہ تو قبل رسالت کا ہے جس مین بغیر لکھے پڑھے کسی کہانی کا جمع کرنا ناممکن

تھا۔ بعد رسالت جتنے سورے نازل ہوے تمامتر اوس مین توحید و رسالت
کی باتین ہین یا عام مواعظ جس سے ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ اگر کوئی خزانہ قصہ
کہانی کا آپکے پاس جمع ہوتا تو سب سے پہلے اوسیکو صرف کرتے حالانکہ اوس
زمانہ کی سورتین زیادہ تر اس سے خالی ہین۔

پھر اسکی کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ بجز قصص انبیا اور کوئی قصہ حضرت نے
نہ بیان کیا حالانکہ مقتضائے عقل تو یہی ہے کہ قوم کے سامنے وہ قصہ کہانیان
کرتے جو اونکے مرغوب طبع ہوتا مثل اسکے کہ سلاطین روم و عجم کے واقعات
کو بیان کرتے داستان رستم و اسفندیار سناتے کہ اوس قوم کو پسند آتا
نہ وہ قصے جو تمامتر اونکی خواہش اور رغبت کے خلاف ہو۔

یہودیون عیسائیون پارسیون کی نسبت تو ہم پہلے بہت توضیح سے
لکھ چکے ہین کہ اگر حضرت بھی اون سے تعلیم حاصل کرتے تو پھر اونکی اصلاح کیسے
کرتے حالانکہ صدہا واقعات ہین جنکی حضرت نے اصلاح کی ہے اور اون کی
غلطیون کو بتایا ہے۔ پس اگر حضرت اون سے کچھ حاصل کرتے تو کیونکر ممکن
تھا کہ اونکے اغلاط کی اصلاح کرتے۔

مشکل تو یہ ہے کہ آپ حقیقت حال سے واقف ہین اور جانتے ہین کہ رسول
اللہ نے دنیا مین آکر وہ کام کیا اور ایک ایسی مقدس کتاب کو پیش کیا ہے
جسکا الہامی ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ مگر یہ ہماری اختیار مین ہے
کہ جو کچھ آپکے دل مین ہے اوسکو زبان پر آپ لاوین کیونکہ خود خدا فرما چکا ہے

وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم۔

قرآن مین کلام غیر کے داخل ہونے پر جسقدر آپ مضحکہ کرین کم ہے کیونکہ
اہلسنت عمر صاحب کو ہمسر رسول اللہ بنانے مین کسی بات کی پروا نہین کرتے
اور بغیر اسکے کہ عمر کا ایسا دو چار آدمی اور نہ نکال لائینگے کامیابی ناممکن ہے۔
لہذا دو چار روایتین وہ ایسی بھر دیتے ہین۔

مگرافسوس ہے آپ ایسا سمجھدار انصاف پسند آدمی یہ کہے "کہ آپکی عام عادت تھی کہ جب کوئی عمدہ فقرہ یا نیک ومفید مطلب بات کسی کے منہ سے سُن لیتے تھے تو عموماً اوسی وقت یا کچھ دیر بعد جھٹ کہدیا کرتے تھے کہ خدانے بہی مجھپر یہی بات نازل فرمائی ہے"۔ کیونکہ اسکو معمولی آدمی بہی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت کی یہ عادت ہوتی تو اوسی وقت سیکڑون نہین ہزارون آدمی اسلام سے دست بردار ہوجاتے کیونکہ جو شخص ایسا ہو اور اوسکی یہ عادت ہو کب کوئی عاقل اوسکو نبی یا پیغمبر مان سکتا ہے کیونکہ خود ہی آپ عبداللہ بن ابی سرح کا حال لکھ چکے ہین کہ کس طرح اسیوجہ سے وہ مرتد ہوا کہ حضرت کے الفاظ کو بدل دیتا اور بروایت اہلسنت حضرت اوسی کو رہنے دیتے۔ اتنی بات پر تو وہ اسلام سے علحدہ ہوگیا۔ پہر ایسی حالت مین کہ حضرت کسی دوسرے کے کلام کو خدا کا کلام کہدیتے اور یہی آپکی عادت ہوتی توکب ممکن تہا کہ ایک شخص بہی آپ پر اسلام لاتا۔

یہ بہی قدرت خدا ہے کہ جو شخص مخالفت مین سب سے زیادہ تیز ہوتا ہے خدا اوسکے منہ سے ایسی بات نکلوادیتا ہے کہ حق ظاہر ہوجائے کیونکہ یہ جملہ ایسا ہے کہ اگر کچھ بہی اسمین شک کیا جائے تو معلوم ہو سراسر افترا ہے کیونکہ بدیہی بات ہے جس شخص کی یہ عادت ہوتی ہے اوسکو کوئی اپنا رہبر وہادی نہین مان سکتا۔

اب ہم اون روایتون پر نظر ڈالتے ہین جنہین اڈیٹر صاحب مسافر نے بڑے طمطراق سے ترجمہ اتقان سیوطی سے نقل کیا ہے۔

مسافر قرآن مین عورت کا کلام۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ جسوقت جنگ احد کی خبر ملنے مین مدینہ کی عورتون کو دیر ہوئی تو بہت سی عورتین دریافت کیلئے شہر مدینہ سے باہر نکلین اوسوقت اتفاقاً دو آدمی اونٹ پر سوار جنگ کی طرف سے شہر کو آرہے تھے کسی عورت نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم کیسے ہین؟ شتر سوارون مین سے

ایک نے جواب دیا کہ وہ زندہ ہین عورت نے یہ سنکر کہا کہ۔ فلا ابالی
یتخذ اللہ من عبادہ الشھداء پھر مین اس بات کی کوئی پروا نہین کرتی
خداوندکریم اپنے بندون مین سے جسکو چاہے شہادت کا رتبہ عطا کرے۔ پس
یہ بات حضرت کو پسند آئی اور قرآن مین ۔ ویتخذ منکم شہداء نازل ہوگیا۔
تقدیس اس روایت کو دیکھکر کون متنفس ہوگا جو علماے اہلسنت
کے نام ایک اولٹا فاتحہ نہ پڑھے گا کیونکہ سیوطی نے باب ہی ایسا باندہا ہی
جس سے جو چاہین آریہ نتیجہ نکال سکتے ہین النوع العاشر فیما انزل من القرآن
علی لسان بعض الصحابہ صـ۳۵
یعنی دسوین قسم بیان مین اسکے ہے جو قرآن سے نازل ہوا زبان پر بعض صحابہ کے
اب کون ہے جو ان دشمنان خدا و رسول سے دریافت کرے کہ قرآن صحابہ
کی زبان پر کیونکر نازل ہوسکتا ہے ۔کیونکہ قرآن کی تو تعریف ہی یہ ہے اما
الکتاب فالقران المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول
عنہ نقلاً متواتراً بلا شبہہ صـ۱ عامی
یعنی قرآن وہ ہے جو رسول پر نازل ہوا اور مصاحف مین لکھا گیا اور بنقل
متواتر حضرت سے منقول ہوا۔ پہر بتایئے وہ قرآن ہی کب ہے جو صحابہ کی
زبان پر آیا جسکو سیوطی منزل فرما رہے ہین ۔یہی تو وجہ ہے کہ اہل سنت
کا ایمان حضرت پر درست نہین صرف زبان سے وہ حضرت کو رسول خدا مانتے
ہین ورنہ ہزارون اونکے نبی ہین ۔یعنی آنحضرتؐ اور اہلبیت طاہرین کے
سوا جو ہین سب پر انکا اعتقاد ہے۔
اب سنئے اس باب کی حقیقت کیا ہے ۔ھو فی الحقیقۃ من اسباب
النزول والاصل فیہ موافقات عمر وقد افردھا بالتصنیف جماعۃ
صـ۳۵
یعنی درحقیقت یہ ایک نوع ہے اسباب نزول سے اور اصل اس مین موافقات

عمر ہے جسکو ایک جماعت نے خاص خاص تصنیفون مین بیان کیا ہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب افترا پردازی یا غلط فہمی جو کچھ ہوئی عمر کیلئے
کیونکہ دعوی تو کیا تھا قرآن نازل ہوا زبان صحابہ پر اور اصلیت اوسکی
یہ قرار پائی کہ موافقات عمر سے مطلب ہے۔ صرف عمر کو ہمسر رسول بنانے
کیلئے کہ حضرت ہی پر قرآن نہین نازل ہوتا تھا۔ بلکہ عمر پر بھی یہ سب جال
پھیلایا گیا اور یہی دو چار نام لئے گئے۔ مگر یہ بھی قدرت خدا ہے کہ عمر صاحب
کے وہ کلمات بھی دنیا مین موجود ہین جنکو دیکھکر ایک سمجھدار آدمی نہایت
آسانی سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ ایسے شخص کی زبان پر بھلا وہ کلمہ کیونکر آسکتا
ہے جو کلام معجزہ کلام خدا ہو۔

بہر حال سیوطی اسکے بعد لکھتے ہین واخرج الترمذی عن ابن عمر
ان رسول اللہ ص قال ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ قال
ابن عمر وما نزل بالناس امر قط فقالوا وقال الا نزل القرآن علی نحو
ما قال عمر ص ۲۵

یعنی ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا خدا نے
حق کو قرار دیا ہے زبان عمر پر اور اوسکے قلب پر اور ابن عمر کہتے ہین کوئی
امر ایسا نہین ہوا جس مین لوگون نے اختلاف کیا ہو اور عمر نے کوئی بات
کہی ہو مگر قرآن اوسی کے مطابق نازل ہوا جو عمر نے کہا تھا۔

ہمکو یہان اس سے بحث نہین کہ ابو بکر کی تعریف مین جتنی روایتین آئی ہین
وہ سب اون کی صاحبزادی عائشہ کی زبانی اور عمر کی تعریف مین
جو کچھ پلہ بھاری ہے اونکے فرزند عبد اللہ ابن عمر کی بدولت۔ مگر فرق ہے تو اس
قدر کہ عائشہ سب کو قول رسول ہی بنا دیتی ہین جس سے وہ حدیث
مرفوع ہو جاتی ہے۔ اور ابن عمر صاحب یہ احسان کرتے ہین کہ حضرت کی طرف
کم اسناد کرتے ہین جس سے انکی حدیث مرسل رہ جاتی ہے۔

مگر یہ تو ضرور معلوم ہوا کہ اصلی مقصد یہی ہے کہ قرآن کا نزول خلیفہ دوم پر ثابت کرین اور بطور مغالطہ زبان صحابہ کہا گیا ہے جیسا کہ شیعون کے نسبت یہ نہین کہتے کہ خلفائے ثلثہ پر لعنت کرتے ہین - بلکہ یہ کہتے ہین کہ سب صحابہ کرتے ہین -

بہرحال جس روایت سے مسافر نے بحث کی ہے وہ ایک ایسی لغو اور فرسودہ روایت ہے کہ جن لوگون نے اس بحث مین لکھا ہے خود انکی حماقت ہے کیونکہ عکرمہ جو راوی ہے وہ خود خارجی ہے - وہ کوئی سند اسکی نہین رکھتا کہ کس سے سنا اور کس نے بیان کیا - پھر نہ اوس عورت کا نام ہے نہ اون شترسوارون کا جن سے اس عورت نے پوچھا تھا - پھر ایسی مہمل روایت سے قرآن ایسے یقینی کلام اللہ پر حملہ کرنا صریح نادانی نہین تو کیا ہے

طرہ اوس پر تو یہ ہے کہ جس کلام کی نسبت اوس عورت کی طرف کی گئی ہے وہ فصاحت و بلاغت سے اس درجہ گرا ہوا کلام ہے کہ کوئی اوسکو پسند ہی نہین کرسکتا چہ جائیکہ وہ ایسا پسند ہو کہ کلام خدا بنا دیا جائے - کیونکہ کلام عرب اسوقت کبھی اذا سے خالی نہین ہوتا اذا لا ابالی - پھر یہ موقع صیغہ واحد متکلم کا نہین ہے بلکہ لا نبالی کہنا چاہیئے - اسکے علاوہ اسکے بعد من ہونا ضروری ہے اذا لا نبالی من یتخذ اللہ من عبادہ الشہداء و لا ابالی یتخذ اللہ من عبادہ الشہداء نحوی قواعد سے غلط ہے -

غرض یہ روایت بالکل موضوعات و مہملات سے ہے جو کسی طرح اس قابل نہین کہ ادہر التفات کی جائے - چہ جائیکہ بقول مسافر "قرآن مین عورت کا کلام" مانا جائے -

مسافر نے اس کا دعوی تو کر دیا "پس یہ بات حضرت کو پسند آئی اور قرآن مین ویتخذ منکم نازل ہو گیا" مگر نہ معلوم یہ جملہ کہان سے گڑھ لیا گیا

کیونکہ روایت اتقان سے تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نے اس کلام کو سنا ہو۔ کیونکہ شتر سوار سے اور اوس عورت سے یہ گفتگو راہ مین ہوئی تھی جہان تشریف ہی نہ رکھتے تھے نہ اتقان ہی مین اسکا اشعار ہے پھر اس قسم کی نسبت اگر افترا نہ کہا جا تو کیا کہا جا سکتا ہی۔ ہمکو نہ مسافر کے اعتراض پر تعجب ہوتا ہے نہ ایسے لغویات سے استناد پر کیونکہ وہ مخالف اسلام ہے۔ جو حق عام مخالفونکو حاصل ہے وہ اسکو بھی۔ پھر علوم عربیہ سے وہ بالکل نا آشنا۔ تو اگر خریدارون کے خوش کرنے کو ایسے اعتراضات نہ کرے تو کیا کرے۔ مگر تعجب ہے اون احمقون سے جو اہلسنت کے امام بنتے ہین اور ایسی مہمل روایتین درج کتب کرتے ہین حالانکہ اونکو خوب معلوم ہے راوی اول عکرمہ جسنے بحیثیت ارسال روایت کی خود اہلسنت کے یہان بھی بی آرزو اور خارجیت عکرمہ نے اور بھی چار چاند لگا دی کیونکہ باتفاق فریقین خارجی دین اسلام سے خارج۔

زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ یتخذ کا لفظ ایسا ہے کہ دس بیس مقام پہ قرآن مین آیا ہے مگر کہین اس قسم کی روایت نہین ڈھلی۔ اس آیہ مین نہ معلوم کون سی خصوصیت تھی جو یہ بے کی اوڑائی گئی ملاحظہ ہو سورہ بقرہ و من الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ

لا یتخذ المومنون الکافرین اولیآء من دون المومنین آل عمران

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔

ولیعلم اللہ الذین امنوا و یتخذ منکم شہداء واللہ لا یحب الظالمین۔ آل عمران

یہی آیہ زیر بحث ہے۔

و من یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔ سورہ نسا۔

غرض پندرہ بیس جگہ سے کم یہ لفظ قرآن مجید مین نہین آیا ہے۔ قبل اس آیہ کے بہی اور بعد اس آیہ کے بہی۔ مگر نہ معلوم اس روایت کی ترکیب کس غرض سے ہوئی۔ کونسی خصوصیت اسکو ہے جسکے لئے یہ افترا کیا گیا حالانکہ کسی طرح کا جوڑ نہین تفسیر درمنثور صـ۷۹ جلد ۲ مین بھی یہ روایت موجود ہے اور اوسکے ساتھ یہ بہی د نزل القرآن علی ما قالت ویتخذ منکم شہداء۔

کہ قرآن بہی اوسی کے مطابق نازل ہوا جو اوس عورت نے کہا تہا۔ تو اب ہم مسافر پہ کیا اعتراض کرسکتے ہین جسنے جو کچھ لیا ہے اہلسنت سے مگر قرآن کا ہر ہر لفظ ہر ہر جملہ ایسی لغو روایتون کی اس طرح تکذیب کرتا ہے۔ کہ کسی دوسرے شاہد کی ضرورت نہین۔ کیونکہ ترتیب آیہ ولیعلم الذین امنوا ویتخذ منکم شہداء اس طرح معطوف و معطوف علیہ دست و گریبان ہے کہ کسی کو اس مین شبہہ ہی نہین ہوسکتا یہ کلام خلاق عالم ہے کسی عورت بلکہ مرد کی کیا طاقت ہے جو اوسکے ذہن مین یہ جملہ آسکے۔

مسافر قرآن مین مصعب کا کلام۔ اور ابن سعد طبقات مین بیان کرتا ہے کہ مجہسے واقدی نے اور اوس سے ابراہیم نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ اوس نے کہا کہ معرکہ اُحد کے دن اسلامی فوج کا جہنڈا مصعب بن عمیر کے ہاتھ مین تہا جب لڑائی مین انکا دایان ہاتھ کٹ گیا تو جہنڈا بائین ہاتھ مین لے لیا اور کہنے لگے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ۔ یعنی حضرت محمدؐ صرف ایک رسول ہین کہ ان سے پہلے بہی بہت رسول گذر چکے ہین پھر کیا اگر وہ فوت ہوجائین یا قتل کردیئے جائین تو تم لوگ الٹے پاؤن پیٹھ دکہلا کر بہاگ جاؤ۔ محمد بن شرحبیل

اس حدیث کا راوی بیان کرتا ہے۔ کہ بس اس واقعہ کے بعد ہی قرآن مین وَمَا محمد الا رسول۔ والی آیت نازل ہوگئی۔

تقدیس۔ ہان صاحب یہ روایت بھی اتقان سیوطی مین ہے ص۳۶ اور تفسیر درمنثور مین ہے ص۸۱ جلد۲ مگر اس مین بھی پنج عیب شرعی موجود ہے جو پہلی روایت مین تھا کہ محمد بن شرجبیل عبدری راوی ہین اور سلسلہ روایت منقطع ہے کہ انھون نے کس سے سنا۔ کیونکہ خود نہ اوسوقت موجود تھے جس وقت مصعب بن عمیر نے علم لیا ہے کہ مشاہدہ ہوتا۔ نہ اوس شخص کا نام لیا جس سے سنا۔ پھر یہ روایت منقطع ہی جو کسی طرح قابل استدلال نہین۔ چہ جائیکہ قرآن مجید کے مقابلہ مین یہ کوئی چیز قرار دیجائے۔ کیونکہ محمد بن شرجبیل عبدری خود راوی مجہول غیر مستند ہے تہذیب التہذیب مین ہے محمد بن شرحبیل تقدم فی محمد بن ثابت العبدری ص۱۲۲ جلد۹۔

کہ محمد بن شرجبیل کا حال محمد بن ثابت عبدری مین مذکور ہوا وہان اسی صفحہ مین جو انکا حال دیکھا جاتا ہے تو قال ابن معین لیس بشیء قال ابن عدی عامة احادیثه مما لا یتابع علیه۔

کہ ابن معین کہتے ہین وہ کوئی چیز نہین ابن عدی کہتے ہین عام حدیثین اوسکی اس قابل نہین کہ اوسپر متابعت کی جاسے۔

پھر تعجب ہے کہ جو راوی ایسا بدحال ہو اوسکی ایسی روایت لی جاسے جس کی سند نہو۔ اور قرآن کے مقابلہ مین پیش کی جائے۔

ہاے علمائے اہلسنت نے کوئی دقیقہ توہین اسلام اور توہین قرآن کا اوٹھا نہ رکھا کہ جو قرآن اس طرح تحدی کرتا ہو تھا تو ابسورة مثلہ۔ کہ ایک سورہ بھی مثل اسکا بنالاؤ۔ وہ قرآن اب اسدرجہ پر پہونچ گیا کہ عورتین اوسکی مثال بناتین اور خدا اوسکو پسند کرے۔

اس آیہ کریمہ پر اس لنظر شفقت کی خاص وجہ ہے کہ ابتداے نزول سے وقت وفات رسول اللہ تک اس سے بیخبری برتی جاتی تھی بلکہ مخالفت رہی تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے جلد ۲ صدا

ان ابابکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر وقال ابوبکر اما بعد من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ وما محمد الا رسول الی قولہ الشاکرین فقال واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھذہ الآیۃ حتی تلاھا ابوبکر فتلاھا الناس منہ کلھم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوھا۔ دوسری روایت ثم تلا ھذہ الآیۃ وما محمد الا رسول الآیۃ فواللہ لکان الناس لم یعلموا ان ھذہ الآیۃ نزلت حتی تلاھا ابوبکر یومئذ واخذ الناس عن ابی بکر فانما ھی فی افواھھم قال عمر فواللہ ماھو الا ان سمعت ابابکر تلاھا ۔ تیسری روایت

فقال عمر ھذہ الآیۃ فی القرآن واللہ ما علمت ان ھذہ الآیۃ انزلت قبل الیوم وقال قال اللہ لمحمد انک میت وانھم میتون۔

یہ تین روایتین آپکو بتا رہی ہین کہ یہ آیہ کریمہ اس طرح بھولا یا گیا تھا کہ جبتک ابوبکر صاحب اپنے دولتسرا سے تشریف نہین لائے کسی نے سنا ہی نہین سنا گیا عمر صاحب تو تلوار ہی لئے گھوم رہے تھے کہ جو کوئی حضرت کی موت کا نام لے گا اوسکو مار ڈالینگے۔

پس چونکہ عمر صاحب اس آیت کے سراسر مخالف تھے۔ اور کسیکو اسکا نزول معلوم ہی نہ تھا یہانتک کہ جسنے سنا ابوبکر ہی سے سنا اسلئے طرفداران خلیفہ دوم نے اپنے مزید طرفداری کا یہ ثبوت دیا کہ اسکو کلام خدا سے خارج کرکے کلام مصعب بن عمیر بنایا

ابتدائے مخالفت آیہ - اب آیئے ہم آپکو اور سیر دکھائین جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی حدیث کیون بنی - کیونکہ اس آیہ کا تعلق تمامتر واقعہ جنگ احد سے ہے چنانچہ خود عمر صاحب فرماتے ہین خطبنا عمر فکان یقرء علے المنبر آل عمران ویقول انہا احدیۃ ص۸۰ درمنثور جلد ۲

کہ عمر خطبہ مین اس سورہ آل عمران کو پڑہتے تھے تو کہتے یہ جنگ احد کے حال مین ہے

اس جنگ کو جناب امیر فتح کر چکے تھے - مگر پچاس صحابہ نے اوس درہ کو چھوڑ دیا جسکی نسبت حضرت نے حکم دیکھا تھا کہ لڑائی چاہے بنے یا بگڑے تم لوگ یہان سے نہ ہٹنا طمعی صحابہ نے (جنمین ثلثہ بھی داخل تھے) جب دیکھا کہ اسلام غالب آچکا ہے - مال غنیمت لٹا رہا ہے انھون نے اوس درہ کو چھوڑ دیا اور لوٹ پر دوڑ پڑے - ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اس گھاٹی کی تاک مین تھا جب دیکھا کہ مسلمان لوٹ مار کرنے چلے گئے اوس نے اوسی راہ سے فوج اپنی نکال لی اور مسلمانون پر پیچھے سے حملہ کر دیا - یہ حال مختصر ہے اس لڑائی کے بگڑنے کا کہ صحابہ نے حکم رسول کی مخالفت کی اور طمع مین آکر مال غنیمت لوٹنے گئے -

اسوقت مسلمانون کی کیا حالت ہوئی اور آپکے خلیفہ دوم نے کیا اثر اپنی قبیت فایدہ کا دکھایا - زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین کیونکہ صدہا مرتبہ یہ مضمون پامال ہو چکا ہے اور ہم تو اس رسالہ کو بمقابلہ آریہ لکھ رہے ہین نہ بمقابلہ اہلسنت مگر واقعات سے مجبوری ہے تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے ص۸۰ جلد ۲

واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن الربیع فی الآیۃ قال ذالک یوم احد حین اصابہم ما اصابہم من القتل والقرح وتداعوا نبی اللہ	ابن جریر - ابن ابی حاتم نے ربیع سے روایت کی ہے کہ جنگ احد مین جب وہ واقعہ ہزیمت پیش آیا کہ بہت سے مسلمان مارے گئے

قالوا قد قتل وقال اناس منہم لوکان نبیًا ما قتل وقال اناس من علیۃ اصحاب النبی قاتلوا علی ما قاتل علیہ نبیکم حتی یفتح اللہ علیکم او تلحقوا بہ وذکر لنا ان رجلاً من المہاجرین مر علی رجل من الانصار وھو یتشحط فی دمہ فقال یا فلان اشعرت ان محمد اقد قتل فقال الانصاری ان کان محمد اقد قتل فقد بلغ فقاتلوا عن دینکم فانزل اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یقول ارتددتم کفارا بعد ایمانکم۔

اور رسول اللہ ص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ حضرت قتل ہوے۔ بعض نے کہا اگر پیغمبر ہوتے تو ہرگز نہ مارے جاتے بعض نے جو بزرگان صحابہ سے تھے کہا کہ جہاد کئے جاؤ جس طرح رسول اللہ جہاد کرتے تھے یہانتک کہ فتح ہو یا حضرت سے ملحق ہو ایک شخص کا جو مہاجرین سے تھا۔ اوسپر گذر ہوا جو انصار سے تھا اور وہ اپنے خون مین لوٹ رہا تھا۔ تو اوس مہاجر نے پکار کر کہا اے فلان کیا تجھے نہین معلوم کہ محمد قتل ہوگئے تو اوس انصاری نے کہا اگر حضرت قتل ہوے تو تبلیغ کر چکے (یا پہونچ گئے) اب تم دین کی خاطر جہاد کرو تو اوسپر یہ آیہ نازل ہوا وما محمد الا رسول۔

یہ روایت آپکو بتا رہی ہے کہ شکست تو ہوئی ہے پورے اسلام کو جس مین مہاجر و انصار دونو ہین۔ مگر مہاجرین جو حضرت کے قوم وقبیلہ سے تھے اور مکہ سے آکر یہان آباد ہوے ہین۔ وہ انصار پر چشمک کر رہے ہین کہ کچھ جانتے ہو حضرت تو قتل ہوے۔

درحقیقت یہ واقعہ اپنی آپ نظیر ہے کہ جس قوم کا سردار اور پیغمبر مارا جاے وہ قوم اون لوگون پر طعنہ زن ہون یا چشمک کرین جو اس رسول پر ایمان لائے اونکا اور مکہ سے لاکر اپنا مہمان کیا اور بجز اسلام کوئی رشتہ اور قرابت نہو۔

مگر جب آپکو معلوم ہوگا کہ مہاجرین کا ہر طرح سے نفع تھا خواہ مغلوب ہون خواہ فاتح تو اسکی بہی وجہ معلوم ہو جائیگی کہ انصار پر کیون وہ چشمک کرتے۔ کیونکہ اونکا نفع تو اوسی حالت مین تھا کہ رسول اللہ غالب آتے ورنہ اگر آنحضرت شہید ہوتے یا مغلوب ہو جاتے تو ہر طرح اونکا نقصان بلکہ بجز قتل و قید کوئی چارہ نہ تھا اسی وجہ سے مہاجرین جو آنحضرت کے قوم و قبیلہ سے تھے۔ ان انصار پہ خندہ زن تھے۔

دیکھیے درمنثور مین ہے صفحہ جلد ۲

عن ابن عباس ان رسول اللہ اعتزل. هو وعصابه معه يومئذ على اكمه والناس يفرون ورجل قائم على الطريق يسالهم ما فعل رسول الله وجعل كلما مروا عليه يسالهم فيقولون والله ما ندرى ما فعل فقال والذى نفسى بيده لئن كان قتل النبى لنعطينهم بايدينا انهم لعشائرنا واخواننا وقالوا ان محمدا كان حيا لم يهزم ولكنه قد قتل فترخصوا فى الفرار حينئذ فانزل الله وما محمد الا رسول

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت اپنے خاص اصحاب کے ساتھ جنگ احد مین ایک طرف چلے گئے۔ اور لشکر فرار کرنے لگا تو ایک شخص راہ مین کہڑا ہو کر پوچھتا تھا رسول اللہ صنے کیا کیا لوگ جواب دیتے کہ نہین معلوم کہ کیا ہوا اور بھاگے جاتے۔ اوسپر اوس شخص نے کہا کہ قسم اوسکی جسکے ہاتھ مین ہماری جان ہے اگر آنحضرت مارے گئے تو ہم اپنا ہاتھ انکے (قریش کے) ہاتھ مین دیدینگے یعنی بیعت کر لینگے کیونکہ وہ ہمارے قبیلہ او ر اخوان سے ہین اگر محمد زندہ ہوتے تو ہرگز نہ بھاگتے مگر وہ تو مارے گئے اوس وقت سے پورا فرار ہوا جسپر خدانے یہ آیہ نازل کیا۔

ابتو معلوم ہوا کہ مہاجرین ہر طرح سے مطمئن تھے کہ اگر اسلام کی فتح ہو تو مال غنیمت ہاتھ لگے گا اور اگر اسلام کی شکست ہوئی تو بھی ہمارا کچھ نہین جاتا کیونکہ

کفار قریش سب ہمارے ہی قوم و قبیلہ اور بھائیون سے ہین اون کی بیعت کرلینگے۔ بخلاف انصار کہ اونکا ہر طرح نقصان تھا۔

پھر اوسی در منثور مین یہ روایت ملاحظہ ہو عن ابن جریج قال قال اھل المرض والارتیاب والنفاق حین فر الناس عن النبیؐ قد قتل محمد فالحقوا بدینکم الاول فنزلت ھذہ الایۃ وما محمد الا رسول۔

یعنی جب لشکر اسلام کو شکست ہوئی تو جو لوگ اہل مرض۔ اور اہل ارتیاب اور نفاق تھے اونہون نے کہا کہ محمدؐ تو قتل ہو چکے اب اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ چلو۔

جس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ مہاجرین مین منافق۔ مرتاب سبھی تھے جو یہ کہتے کہ حضرت تو مارے گئے اب اپنے اصلی دین کی طرف واپس چلو۔ تو کیا اسپر بھی کسی سنی کا یہ حوصلہ ہو سکتا ہے کہ کہے مہاجرین مین کوئی منافق نہ تھا حالانکہ اصلی منافق تو وہی تھے جو اسلام کی شکست سے انصار پر خندہ زن ہوئے

اب دوسری روایت دیکھئے تو اور بھی روشنی پڑے اوسی در منثور مین ہے قال فشا فی الناس یوم احد ان رسول اللہ قد قتل فقال بعض اصحاب الصخرۃ لیت لنا رسولا الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابی سفیان یا قوم ان محمدا قد قتل فارجعوا الی قومکم قبل ان یاتوکم فیقتلونکم قال انس بن النضر یا قوم ان کان محمد قد قتل فان رب محمد لم یقتل فقاتلوا علی ما قاتل علیہ محمدؐ اللھم انی اعتذر الیک مما یقول ھولاء وابرء الیک مما جاء بہ ھولاء فشد بسیفہ فقاتل حتی قتل فانزل اللہ وما محمد الا رسول۔

یعنی جب حضرت کے شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو جو لوگ پتھر پر بیٹھے ہوئے تھے اونہون نے کہا کاش کوئی آدمی ایسا ملتا کہ ہمارا پیغام عبد اللہ بن ابی کے پاس لیجاتا (کیونکہ وہ اس جنگ احد مین پہلے ہی علحدہ ہو چکا تھا) کہ وہ ہمارے لئے

امان حاصل کرے ابوسفیان سے۔ اے قوم محمدؐ تو مارے جاچکے اب اپنی قوم کی طرف لوٹ چلو قبل اسکے کہ وہ آکر سبکو قتل کر ڈالین۔ انس بن نضر (قوم انصار سے تھے) کا اودہر سے گذر ہوا تو کہا اے قوم اگر محمدؐ قتل ہوے تو خدا سے محمدؐ تو زندہ ہے جہاد کرو جسپر آنحضرت جہاد کرتے تھے۔ خداوندا ہم معذرت کرتے ہین ان لوگون سے جو ایسی باتین کہہ رہے ہین یہ کہکر وہ تلوار لیکر کفار پر ٹوٹ پڑے یہانتک لڑے کہ مارے گئے۔

اب یہان آپ حیران ہونگے کہ مہاجرین ہین وہ کونسا چلتا پرزا تھا جسکے حواس نے یہان بہی اپنا کام چھوڑا۔ لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی۔ لشکر تتر بتر ہوا مگر وہ ہرطرح مطمئن ہے کہ اسلام کی شکست ہو یا فتح ہمارا کچھ نقصان نہین اپنے دہن مین وہ مستقل ہے دیکھئے اوسی درمنثور مین ہے صہ۱

انتہی انس بن النضر عم انس بن مالک الی عمر وطلحہ بن عبیداللہ فی رجال من المہاجرین والانصار وقد القوا بایدیہم فقال ما یجلسکم قالوا قتل محمد رسول اللہ قال فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ قوموا فموتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ واستقبل القوم فقاتل حتی قتل۔

یعنی انس بن نضر عم انس بن مالک کا گذر ہوا عمر اور طلحہ بن عبداللہ پر جو مہاجرین وانصار کے حلقہ مین بیٹھے ہوے تھے اس طرح کہ ہاتھ ڈالدیا تھا تو انس نے پوچھا کیون بیٹھے ہو۔ اون لوگون نے کہا محمد رسول اللہ تو قتل ہوگئے۔ انس نے کہا پھر تملوگ زندہ رہ کر کیا کروگے چلو اوٹھو اور اوسی راہ پر تم بہی مرو جسپر حضرت نے انتقال کیا اسکے بعد وہ آگے بڑہے اور اسقدر لڑے کہ مارے گئے۔

ابتو اچھی طرح معلوم ہوا وہ شخص جو محض اس طمع مین اسلام لایا تھا کہ حضرت کے بعد خلافت کرینگے کون تھا۔ کس کس طرح اوسکو انس بن نضر غیرت دلارہے ہین کہ اب کیا بیٹھے ہو اوٹھو خدا کی راہ مین جہاد کرو۔ مگر حضرت عمرؓ ہین کہ اونکی

غیرت فاروقی پر اس طعن و تشنیع کا کوئی اثر ہی نہین۔ شرم چہ کتنی است کہ پیش مردان بیاید۔

ہان یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت عمر نے جو عقیدہ اوس روز قائم کیا کہ اگر حضرت نبی ہوتے تو نہ مرتے۔ اوسکو وفات رسول اللہ تک نباہ دیا۔ کیونکہ یہان تو نہ جنگ مین شریک تھے نہ ایک پتھر کا کھایا تھا۔ مال غنیمت جو لوٹنے آگے تو عکرمہ کو موقع ملا درہ کوہ سے لشکر کفار کو نکال لایا۔ اور اہل اسلام پر حملہ کر دیا۔ پس اتنی سی بات سے عمر صاحب کو حضرت کی وفات کا ایسا یقین ہو گیا کہ کہتے ہین قتل محمد۔

اور وقت وفات رسول دیکھ رہے ہین مہینہ بیس روز سے آپ علیل ہین ضعف و نقاہت روز بروز بڑھ رہا ہے یہانتک کہ نشست و برخاست مشکل ہو گیا ہے ہر وقت آپ خبر دیتے ہین یہانتک کہ انتقال ہو گیا حرم سرا مین شور ماتم قایم ہے تمام مدینہ مین انقلاب ہے۔ مگر عمر صاحب ہین کہ کہتے ہین جو کہے گا کہ حضرت نے انتقال کیا تو ہم اوسکا سر اوڑا دینگے۔

آخر دونون مین کیا فرق ہے وہان بلا وقوع قتل ایجاب کیا اور یہان باوصف مشاہدہ وفات انکار ہے۔ غور کیجیے تو مصلحت معلوم ہو وہان کفار قریش کی فتح ہوئی تھی بخیال عمر حضرت کا انتقال ہی ہو چکا تھا لہذا وہان وہ نعرہ بلند کیا کہ قریش کو معلوم ہو عمر بھی اونکے ہمراے ہین کہ حضرت رسول نہ تھے کیونکہ اگر رسول ہوتے تو وفات نہ پاتے اسلیے قریش کی خوشامد مین وہ کہا اور یہان حضرت کا انتقال ہو گیا ہے ابو بکر ابھی تک آئے نہین خوف ہے کہ کہین وصی رسول نہ خلیفہ بنجاے لہذا یہان انکار وفات کی ضرورت تھی کہ ایک جھگڑا پیدا ہو جاے جسمین سب اولجھے رہین تاکہ اوس وقت تک ابو بکر آجائین دیکھیئے تفسیر درمنثور مین ہے صـ۱۱

عن عایشہ ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح حتی نزل

حذ حل فی المسجد۔

یعنی جس وقت حضرت نے انتقال فرمایا اوسوقت ابوبکر اپنے گھر پر تھے جو محلہ سنخ مین تھا (مدینہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر) یہ خبر سنکر وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور سیدھے مسجد رسول مین چلے گئے۔ بس ابوبکر کا آنا تھا اور عمر صاحب کا حواس پاتا کہ اب وہ منہ مین کف ہے نہ وہ جوش ہو نہ خروش۔

غرض یہ روایت کہ مصعب ابن عمیر نے قبل از نزول اس آیہ کی تلاوت کی محض اونہین ہواخواہان خلیفہ دوم کے طرفداری کا اثر ہے جو اس آیہ کے اثر کو پہلے ہی سے کمزور کر رہے ہین کہ عمر صاحب کے خیال کا رد خدا نے نہین کیا بلکہ یہ مصعب بن عمیر کی کارروائی ہے۔

مصعب بن عمیر کوئی معمولی اصحاب سے نہین ہین بلکہ نہایت جلیل القدر صحابی ہین بنی عبدالدار سے ہین یعنی حضرت عبدمناف کے بھائی کی اولاد سے یہ اوسوقت اسلام لائے کہ جب حضرت دار ارقم مین تھے (یعنی تقریباً ابوبکر سے پہلے) یہ حضرت نے انکو عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ منورہ روانہ کیا اپنا قایم مقام بناکر یہ لوگون کو قرآن پڑہاتے اور تعلیم احکام دین فرماتے انکے بعد صحابہ آہستہ آہستہ مدینہ آتے گئے جسمین عمر صاحب بھی آخر مین بیس سوارون کے ساتھ آئے ہین۔ مگر سب انہین کی اقتدا کرتے بقول استیعاب جنگ بدر اور احد مین یہی حضرت کے علمدار تھے بعد شہادت انکے جناب امیر نے وہ علم لیا صفحہ ۲۸۹ جلد اول

غرض یہ روایت بالکل بے بنیاد ہے کہ مصعب بن عمیر نے یہ کلام کیا ہو یہی وجہ ہے کہ استیعاب وغیرہ مین جو حالات شہادت مصعب بن عمیر درج ہین اوسمین کہین اس واقعہ کا پتہ تک نہین دیا گیا ہے۔ اور درمنثور مین یہی دوسری روایت اس طرح پر ہے عن عطیۃ العوفی قال لما کان یوم احد وانھزموا قال بعض الناس ان کان محمد قد اصیب فاعطوھم بایدیکم انما ھم اخوانکم وقال بعضھم ان کان محمد قد اصیب الا تمضون علی ما مضی علیہ

نبیکم حتی تلحقوا به فانزل الله وما محمد الا رسول مدٰہ

یعنی جب جنگ احد مین لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی تو بعض (مہاجرین) کہتے تھے اگر حضرت مارے گئے تو ہم کفار قریش کی بیعت کرلو کہ وہ تمھارے بھائی ہین اور بعض کہتے تھے (انصار) کہ حضرت شہید ہوے تو تم بھی اوسی راہ پر چلو یہانتک کہ حضرت سے ملحق ہو جاو جبھی خدا نے یہ آیہ نازل کیا۔

غرض یہ ضرور ہوا ہے کہ انصار نے خواہش کی ہے کہ اگر حضرت شہید ہو گئے ہین تو تم لوگ بھی خدا کی راہ مین اپنی جان نثار کرو۔ اور مہاجرین کے اکثر افراد کا یہ خیال تھا کہ اگر حضرت شہید ہوے تو ہمارا کیا بگڑا یہی تو ہمارے بھائی بند ہین جو حملہ آور ہوے اونکی بیعت کرلینی چاہیے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کہ اون الفاظ کو کسی نے ادا کیا ہو جو منجانب اللہ نازل ہوا کیونکہ یہ محال ہے۔

فرار عمر بہرحال چونکہ فرار صحابہ کا ضمناً یہان تذکرہ آگیا ہے لہذا خاص حضرت عمر نے جو اپنا فوٹو کھینچا ہے وہ ضرور قابل قدر ہے درمنثور مین ہے ص۸۸

قال خطب عمر یوم الجمعۃ فقرء ال عمران وکان یعجبه اذا خطب ان یقرء ها فلما انتہی الی قوله ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان قال لما کان یوم احد ہزمناهم ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رایتنی انزو کاننی اروی۔

یعنی عمر کہتے ہین کہ جب کفار نے ہمکو ہزیمت دی تو ہم اسقدر بھاگے کہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور ہمنے دیکھا کہ ہم اسطرح اوچھلتے تھے کہ گویا بز کوہی تھے۔

مسافر قرآن مین حضرت کا کلام علاوہ برین قرآن کے سورہ انعام مین کئی ایک صاف آیت ہین بنائی ہوئی آیات تسلیم کرلیا ہے۔ مثلاً سورہ انعام کی آیت قد جاء کم بصائر من ربکم الخ ترجمہ تحقیق آئے ہین تمھارے پاس ولیکن پروردگار تمھارے سے۔ پس جس نے دیکھ لیا۔ اور جو اندھا ہوا پس اوپر جان اسکی کے۔ اور نہین مین اوپر نگہبان چونکہ اس آیت کے آخیر مین

الفاظ۔ "وما انا علیکم بحفیظ" موجود ہین جس سے اندھا بہی جان سکتا ہے کہ آیت محمدؐ صاحب نے بنائی ہے۔ اسی طرح قرآن کی ایک دوسری آیت یہ ہے۔ جسکے متعلق متعصب مسلمان بہی نہین کہہ سکتا کہ یہ محمدؐ صاحب کی بنائی ہوئی نہین ہے۔ افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الخ ترجمہ کیا پس خدا کے سوائے چاہون مین حکم کرنیوالا اور وہ ہے نہ جس نے اوتاری ہے تمھاری کتاب مفصل اور جو لوگ کہ دی ہمنے انکو کتاب جانتے ہین یہ کہ اوتاری ہوتی ہے۔ رب تیرے کی طرف سے شک لانیوالون سے۔ کیا اب بہی مسلمان یہی کہے جاینگے کہ حضرت محمدؐ تو قطعی امی تھے اور وہ قرآن نہ بنا سکتے تھے"!!

تقدیس۔ خدا رحم کرے اون مسلمانون پر جنہون نے یہ مواد آپکو دیا ہے اور آپ بوجہ مخالفت اسلام حملہ کر رہے ہین حالانکہ آپ خوب جانتے ہین کہ اس قسم کی تحریرون سے اصل قرآن پر کوئی اعتراض نہین ہو سکتا کیونکہ خود سیوطی نے لکھدیا ہے غیر مصرح باضافتہ الیھم ورد محکی بالقول ص۳۶

یعنی کسی روایت مین اسکی تصریح ہے کہ یہ قول پیغمبر ہے یا قول فرشتہ ہے نہ کوئی اسکی روایت آئی ہے نہ کوئی اسکا قایل ہے۔

پھر ایسی بے سروپا روایتون سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسمین غیر خدا کا قول ہے کس درجہ کی سفاہت ہے کیونکہ اصل آیہ یہ ہے قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ سورہ انعام پ ع۱۸ خدا کی طرف سے روشن دلیلین تم تک پہونچ چکی ہین تو جسنے اونہین دیکھا اوسنے نفع پایا اور جو اندھا رہا اوسکا وبال اوسکی جان پر ہے اور (کہہ دو اے محمدؐ) کہ ہم تیرے نگہبان نہین ہین۔

اس فقرہ نے ان احمقونکو اسپر آمادہ کیا ہے کہ یہی قرآن حضرت کی زبان پر نازل ہوا حالانکہ اس طرح کی تنزیل کچھ اسی مقام سے مخصوص نہین صدہا مقام پر

اسطرح کا مخاطبہ ہے کہ کہین وہ خطاب خدا معلوم ہوتا ہے کہین خطاب رسول ؐ تو کیا اس سے
یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسمین حضرت ؐ کا کلام ہے۔

پنڈت صاحب۔ اگر کچھ عربی پڑھے ہوتے تو جہان سے اپنے یہ جملہ لیا ہے اتقان سیوطی
سے۔ وہان یہ بھی ہے وکذا ایاک نعبد وایاک نستعین وارد علی السنۃ العباد صفحہ ۲۶
یعنی جسطرح یہ آیتین اسی طرح آیہ ایاک نعبد وایاک نستعین بھی ہے جو زبان پر بندون
کے نازل ہوا پھر نہ معلوم آپنے قرآن مین عورت کا کلام۔ قرآن مین مطلب کا کلام قرآن
مین حضرت کا کلام۔ تو لکھا اور یہ نہ لکھا کہ قرآن مین سارے مسلمانونکا کلام۔

قرآن مین جبرئیل ؑ کا کلام۔ جسطرح محمد صاحب کا اپنا کلام قرآن مین موجود ہے اسی
طرح جبرئیل کا کلام بھی صاف موجود ہے دیکھیے سورہ مریم وما نتنزل الا بامر ربک
لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذالک وما کان ربک نسیا۔ ترجمہ
اور نہین اوترتے ہم مگر ساتھ حکم رب تیرے کے واسطے اسکے ہے جو آگے ہمارے ہے۔ اور جو پیچھے ہمارے
ہے اور جو کچھ درمیان اسکے ہے۔ ہے پروردگار بھولنے والا۔ یہ جبرئیل فرشتہ کی اپنی بنائی
ہوئی آیت ہے۔

تقدیس۔ چونکہ جواب اسکا سابق مین مذکور ہو چکا ہے لہذا اسپر زیادتی کی ضرورت نہین
اہل فہم کو کافی ہے کہ یہ کلام خدا ہے جو اسکے رسول پر بطور معجزہ نازل ہوا اسمین ہر طرح
کا خطاب ہے ہر طرح کا کلام۔ کسی موقع پر خود خداوند عالم کا خطاب ہے جسمین کبھی وہ اپنے
حبیب کو خاص طور پر مخاطب کرتا ہے کبھی اسکے اہلبیت طاہرین کو کہین عام مسلمانونکو
کبھی عام مومنین کو۔ کہین رسول ؐ کے ذریعہ سے خطاب ہے کہین فرشتون کے واسطہ
سے کہین حکایت قول شیطان ہے کہین حکایت قول فرعون ہے کہین قول ہامان ہے
کہین قول آسمان ہے کہین قول زمین کہین اشجار کے قول کی حکایت ہے۔ تو کیا کوئی عاقل
اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اسمین غیر خدا کا قول ہے۔

ہم پنڈت صاحب اڈیٹر مسافر پر تو زیادہ الزام دے نہین سکتے کیونکہ اگر وہ بذات خود

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی۔

ترجمہ بیٹھی رہو اپنے گھروں میں اور نہ دکھاتے پھرو جاہلیت کے زمانہ کے مانند۔ دیکھو عمر
کی رائے محمد صاحب نے پسند کرلی قرآن میں درج کردی۔ پھر محمد صاحب کی عورتیں غیرت
میں آکے جمع ہوئیں اس بات پر تکرار کرنے کو کہ یہ دلی آیت کیوں اتاری ہے عمر کہتا ہے
کہ اس وقت میں نے کہا کہ کیوں جھگڑا کرتی ہو اگر خدا چاہے تو تمہیں طلاق دلوا دے
اور تم سے اچھی عورتیں محمد صاحب کے لئے بدل لا دے پس جس طرح میں ان عورتوں سے
کہہ رہا تھا اسی وقت وہی مضمون اور وہی عمر کی لفظ محمد صاحب پر نازل ہو گئی
وہ یہ ہیں جو سورۂ تحریم کے اوائل میں ہیں عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا
منکن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیبات وابکارا
ترجمہ ابھی اگر نبی تمکو چھوڑ دے تو خدا اس کو تم سی اچھی عورتیں بدل دیگا جو فرماں بردار
یقین والیاں نمازیں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں بیاہتاں اور
کنواریاں بھی ہونگی۔ دیکھو عمر کی رائے کے موافق جسے شیعہ کافر جانتے ہیں قرآن
ہوتا جاتا ہے چوتھی روایت اخرج مسلم عن عمر قال وافقت ربی فی
ثلاث فی الحجاب و فی اساری بدر و فی مقام ابراھیم مسلم نے ابن عمر سے
روایت ہے کہ عمر نے کہا خدا کی اور میری مرضی تین باتوں میں موافق ہوئی۔ پردہ کی بابت
اور جنگ بدر کے قیدیوں کی بابت اور مقام ابراہیم کی بابت۔ پانچویں روایت
اخرج ابن ابی حاتم عن انس قال قال عمر وافقت او وافقنی ربی فی
اربع نزلت ھذہ الآیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین الآیۃ
فلما نزلت قلت فتبارک اللہ احسن الخالقین فنزلت فتبارک
اللہ احسن الخالقین۔

ترجمہ۔ ابن حاتم نے انس سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا چار باتوں میں خدا کی مرضی
سے موافق ہو گیا۔ یا خدا میری مرضی کے موافق ہو گیا۔ جب یہ آیت اتری۔ ولقد
خلقنا الانسان من سلالۃ من طین) یعنی ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے

اُسوقت مین بول اٹھا (فتبارک اللہ احسن الخالقین) محمد صاحب کے فقرہ سے بہتر فقرہ عمر نے بنایا اور خوب تک ملایا جسکا ترجمہ یہ ہے مبارک ہے سب پیدا کرنے والون مین اچھا پیدا کرنیوالا ہے اُسیوقت محمد صاحب نے کہا کہ یہی عمر والا فقرہ اللہ نے مجھپر نازل کیا ہے۔ اور اُسی قرآن مین درج کرلیا دیکھو عمر کا فقرہ جو ٹپر مغز و دل پسند ہے حضرت نے پسند کرکے نازل کردیا۔

چھٹی روایت۔ اخرج عبد الرحمن ابن ابی لیلی ان یہودیا لقی عمر بن الخطاب فقال ان جبرئیل الذی یذکر صاحبکم عدو لنا فقال عمر من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین فنزلت علی لسان عمرۃ۔

(ترجمہ عبد الرحمن بن ابی لیلے روایت کرتا ہے کہ خلیفہ عمر کو یہودی ملا اُسنے عمر سے کہا کہ تمھارا یار محمد جس جبرئیل کا ذکر کیا کرتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے عمر نے کہا کہ جو کوئی اللہ اور فرشتون اور رسولون اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ اُسکا فرکا دشمن ہے۔ پس محمد صاحب نے یہی یعنی عمر کا فقرہ بعینہ وہی لفظ بلفظ عمر کی الہ کو عین نازل کردی۔

علاوہ برین قرآن مین اور بھی بہت سے کلام دیگر اشخاص کا ہے جس سے

نتیجہ ایک نکتہ آدمی باسانی اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ اگر بفرض محال قرآن کو تھوڑی دیر کے لیئے خدا کا کلام بھی مان لین تو بھی کم از کم اتنا ہر شخص کو ضرور ماننا پڑیگا اسمین سخت گڑبڑ ہے اور بہت سے لوگون نے اسمین اپنا کلام بھی ملا دیا ہے۔ اور ہمارے اس خیال کی تو کہ قرآن در اصل محمد صاحب ور انکے دوستون کے دماغ کا نتیجہ ہے یہ واقعات زبردست تائید کرتے ہین اور جسطرح کہ ہم نے قرآن کے تصنیف کرکے جانے کا خیال شروع مین پیش کیا تھا اس خیال کو ان واقعات سے پوری تقویت ملتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ در اصل محمد صاحب نے اپنے یار دوستون کی امداد سے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔

لقدیس یہان سے اختیار جی چاہتا ہے کہ ڈپٹی صاحب مسافر کی عقل و فراست کی تعریف

کرین کیونکہ وہ بھی اس نکتہ سے بخوبی واقف تھے کہ یہ سب افترا پردازیان صرف حضرت
عمر کی ترقی مدارج کے لیے کی گئی ہین کہ کسیطرح اُنکو درجہ ربوبیت پر پہونچائین کیونکہ
آنحضرت صلعم کے اتالیق تو وہ ثابت ہو چکے اب درجہ خدائی لینا تھا اسلیے یہ ترکیب کیگئی
سیوطی نے ان روایات موضوعہ کو اپنے باب کی ابتداہی مین رکھا کیونکہ وہ خود لکھ چکے ہین
الاصل فیہ موافقات عمر کہ اصل اسمین تو یہی ہے کہ موافقت عمر ثابت کرنا۔

مگر اڈیٹر مسافر چونکہ سمجھدار ہین اور اس حرفت کو اہلسنت کی سمجھتے ہین اس لیے انھون نے
اور صحابہ کی روایتون کو تو مقدم کیا اور عمر کی روایتون کو موخر تا کہ جلدی سے کوئی یہ نہ
کر سکے کہ یہ سب تو عمر صاحب کی عزت افزائی کے لیے بنائی گئی ہین۔

یہی توجیہ ہے کہ نہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر مسلمان نے اسکا جواب دیا حالانکہ جواب مسافر
کے ذمہ وار وہی تھے نہ اڈیٹر النجم نے حالانکہ مکرر اعلان کرتے ہین کہ النجم محض مخالفت اسلام
کے جواب کے لیے شایع ہوتا ہے جسپر چند مرتبہ مدیران مسافر نے اُنکو اسطرف متوجہ بھی کیا
مگر آجتک ایک حرف کا جواب ہماے سکا نہ اہل ارتقا کر سکے۔

لوائح لیلیہ اور النجم چونکہ عمر صاحب کی اس بلند رتبگی پر لوائح لیلیہ نے ایک مختصر مگر مدلل
تقریر کی ہے اور اُسکے جواب مین اڈیٹر النجم نے اپنی ایمانداری کا پورا ثبوت دیا ہے لہذا
مناسب معلوم ہوا کہ وہ تقریر النجم یہان پیش کیجاے تاکہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ وہ کسدرجہ
کفر کے مرید اور اسلام کے مخالف ہین۔ ملاحظہ ہو النجم نمبر ۶ جلد ۸ مورخہ ۲۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

لوائح لیلیہ

عنوان مذکورہ بالا ایک رسالہ کا نام ہے جو ابھی حال مین شایع ہوا ہے چھوٹی تقطیع پر
تقریباً ۳ جزو کا رسالہ ہے۔ کوئی صاحب مولوی [illegible] ہین اُنکی تالیف ہے۔ سرورق
مین مولف کی تعریف اور انکے القاب بھی لکھے ہین مذکور ہین [illegible] ہوا ابھی
ظاہر کیا گیا ہے خود اُن کے طرز تحریر سے بھی مستفید ہو کر وہ اپنے آپ کو فلسفہ
کا ماہر سمجھتے ہین۔

اگر پوری آیت ہو تو لازم آیا کہ ایک بشر نے کلام خدا کے مثل کلام کہدیا۔ گو ایک آیت
ہی سہی حالانکہ اسپر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ کتاب کی ہر آیت معجزہ ہے کوئی اسکے
مثل نہیں بنا سکتا۔ پس یہ منقبت عمر ایسی ہے جس سے قرآن کے اعجاز میں قدح
ہوتی ہے اور اگر یہ پوری آیت نہیں ہے مگر ضمیمہ اپنے ماقبل کا ہے تو کیونکر جائز ہے
کہ اللہ ایک ناقص آیت نازل کرے اور اسکو عمر یا اور کوئی شخص پورا کرے اور
اللہ جل شانہ کے درمیان میں توارد ہو جائے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول
نہیں کہ آپنے کبھی آیت ناقصہ زبان سے نکالی ہو (۱۰)

جواب اسکا یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اگر آیت تامہ
ہے تو اسلیے کہ تحدی ایک آیت کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ سورہ
کے ساتھ ہوئی ہے یعنی کم از کم تین آیتیں ہوتی ہیں۔ پس اگر مثل کسی نے بنائی ہے
تو تین آیتوں کی۔ اور اعجاز قرآنی میں اگر قدح ہو سکتی ہے تو مثل کلام تین آیتوں
اور اگر آیت سابقہ کا جزو ہے تو اسلیے کہ یہ محض بے دلیل دعوے ہے کہ پوری آیت
سے کم کبھی نازل نہیں ہوئی۔ دیکھو نزول غیر اولی الضرر وحدہ وھی
بعض آیۃ وکذا قولہ وان خفتم عیلۃ الی آخر الآیۃ وھی بعض آیۃ۔

(اتقان) (۱۱)

اب رہا یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو پورا کیا۔ یہ مولف صاحب کا ذہنی
مضمون ہے۔ روایت میں یہ مضمون نہیں ہے بلکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
آیت نازل ہو چکی تھی حضرت عمرؓ نے خلقاً آخر تک سنکر آیندہ الفاظ کے سنے بغیر
فتبارک اللہ احسن الخالقین کہدیا۔
تو حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی [illegible] ہو چکی ہے
الفاظ روایت یہ ہیں۔
قلت فتبارک اللہ احسن [illegible] فنزلت

الجواب

(۱) اللہ اللہ یہ دیدہ ریزی کہ لوائح لیلیہ کا طول و عرض سب ناپ ڈالا مگر نہ معلوم اصطلاح والشمس نے کیا قصور کیا ہے جو آپ اُسکا نام تک نہیں لیتے اگر القاب مین ۶ سطرین ہوئین تو آپ کا کلیجہ کیون شق ہوا جاتا ہے۔

(۲) خدا کی شان کہ آپ مین بھی اتنی قابلیت آئی کہ سمجھین فلسفہ کے ماہر ہین۔ کہین مولوی عبدالباری صاحب نے تو نہین بتایا۔

(۳) بس آپکی قابلیت سیری معلوم ہوئی کہ اگر کبھی اپنے کوئی رسالہ بھی شیعون کا دیکھا تو آپکو ملیک آ گیا۔ چند دعاؤن کی شرح نہین صرف ایک دعاے کمیل کی شرح ہے۔

(۴) یہ دوسرا خبط ہے یہ دعا کی کتاب ہے نہ کہ کوئی کتاب استدلالی ہو۔

(۵) تعجب ہے آپنے سمجھا کیونکر جو اس کا دعوے کیا کہ رنگ فلسفیات سے اور کلام حضرات صوفیہ سے بھی اشتراق کیا ہے حالانکہ جس قدر کلام صوفیہ نقل کیا ہے سب کی تصریح موجود ہے۔

(۶) آپکے امکان سے بھی تو خارج ہے۔ خدا کی شان آپ اور فلسفہ سمجھین۔

(۷) یہ تو آپ شیعون کی صورت ہی دیکھکر سمجھ جاتے ہین اور ناحق اپنے قلب و دماغ کو زخمی کرنے کیلیے اُنکی کتاب یا رسالہ دیکھتے ہین۔ جب انکے ہم مذہب ناولون تک مین جو محض تفریح طبع کے لیے لکھا جاتا ہے۔ مذہبی مباحث کو بھر دیتے ہین تو جناب مولوی سید مرتضےٰ صاحب فلسفی دام عزہ مقام تحقیق و تنقید مین کیونکر ایسی ضروری بحث کو ترک کر سکتے تھے جزاہ اللہ خیر الجزا۔ اگر آپ مسلمان ہوتے یا کوئی اسلام کا درد آپ کے دل مین ہوتا تو آپ سمجھتے جناب مولوی سید مرتضےٰ صاحب نے نہ صرف آپ پر بلکہ تمامی اہلسنت پر ایسا احسان کیا تھا کہ قیامت تک آپ لوگ اُس سے سبکدوش نہو سکتے کیونکہ عام قاعدہ ہے جو تحقیق کہ فریق مخالف کے مقابل کیجاتی ہے۔ اسکا وہ وزن نہین ہوتا جو کہ بجاے خود بلا کسی مقابلہ و مباحثہ کے ہوتا ہے بندا جناب مصنف کی اس تحقیق

نہایت قابل قدر ہے جو بجاے خود کی تھی نہ کہ آریہ وغیرہ کے مقابلہ مین۔

(۸) اس افترا کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی چال سے کہین باز نہین آتے تفسیر کبیر کی عربی عبارت کو نکھتے ہین نہ اُسکے ترجمہ کو نہ اُسکے خلاصہ مطلب کو کہ سمجھنے والا سمجھ سکے کہ کیا کلام ہے کیا اعتراض۔ فرمائیے ایسی خیانت کا کیا علاج ہے اور آپکی خصم کی تحریر اسیوجہ سے نہ طولانی ہوتی ہے کہ آپ کے کل افتراؤن کو کھولنا پڑتا ہے دیکھیے ترجمہ عبارت فخر رازی یہ ہے کہ کلبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح لکھ رہا تھا ان آیات کو رسول اللہ کیلیے جب فقرہ خلقا آخر تک پہونچا تو اُسنے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضرت نے فرمایا کہ آیہ اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اس سے عبداللہ مذکور کو شک ہوا اور کہا کہ اگر محمدؐ اس دعوی مین سچے ہین کہ اُنپر وحی آتی ہے تو ہمپر بھی اُسیطرح وحی آتی ہے اور اگر معاذاللہ وہ حضرت اپنے دعوی مین کاذب ہین تو ایسے دین مین خیر نہین ہے۔ یہ سوچکر وہ مکہ بھاگ گیا۔ اب اسمین اختلاف ہے کہ وہ اس حالت مین مرا بعض کہتے ہین کہ فتح مکہ کے وقت اسلام لایا سعید بن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو عمر نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین اُسپر حضرت نے فرمایا کہ اے عمر یونہین نازل ہوا یہ آیہ۔ عمر کہا کرتے تھے کہ خدا نے چار امر مین ہماری موافقت کی ہے ایک صلوۃ خلف مقام ابراہیم مین دوسرے حجاب کے بارے مین۔ تیسرے اسمین کہ ہم نے کہا تھا۔ خدا آنحضرت کے لیے ازواج کو بدل دیگا۔ چوتھے ہم نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تو خدا نے بھی اسیطرح نازل کیا۔ کہا ہے عارفون نے کہ یہ واقعہ سبب ہوا سعادت عمر کا اور شقاوت عبداللہ کا جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔

اب اگر یہ کہا جاے کہ بنا بران روایات کے قدح لازم آتا ہے اعجاز قرآنی مین کیونکہ ایک انسان نے کلام کیا ہے مثل نظم قرآن۔ پھر قرآن معجزہ کہان رہا جیسا کہ عبداللہ نے گمان کیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین کوئی استبعاد نہین ہے مثل کلام خدا۔ انسان کا بھی کلام ہو جسوقت اسقدر وہ کلام نہو کہ اُس سے اعجاز ظاہر ہو۔ پس ساقط ہوا شبہہ عبداللہ"

یہ ہے ترجمہ تفسیر فخر رازی جسکو اڈیٹر صاحب نے بالکل حذف کر دیا تاکہ نہ معلوم ہو روایت کیا ہے اور اُسپر اعتراض کیا ہے جسکی غرض بجز مغالطہ دہی کیا ہو سکتی ہے - کیونکہ اگر وہ اس روایت کو لکھدیتے تو سب کو معلوم ہوجاتا کہ اگر موافقت کلام خدا حاصل ہوئی تو عبد اللہ بن سرح کو جو کاتب رسول تھا اور اسی وجہ سے مرتد ہوا جسکا ارتداد حق بجانب تھا کہ جب خدا انسان کے کلام کو اپنا کلام بنالے تو وہ خدا کیسا ہے - پس اگر عمر صاحب کو کوئی مرتبہ اسکے بعد ملتا ہے تو فضلہ خواری کا کہ ابن ابی سرح کے فضلہ خوار ہوئے -

دوسرے یہ کہ جب عبد اللہ بن ابی سرح کا کہنا اور اسوجہ سے مرتد ہونا اہلسنت کے یہاں مسلمات و متواترات سے ہے تو پھر یہ دعوے کرنا کہ عمر نے ایسا ہی کہا نہایت بدیہی البطلان ہے کیونکہ جو واقعہ اسقدر عظیم الشان ہوا اور اسدرجہ مشہور اُسکے بعد کب ممکن تھا کہ عمر کا ایسا عاقل شخص اسکا دعوے کرے کہ ہم نے بھی کہا تھا حالانکہ قائل اول اسیوجہ سے مرتد قرار پاچکا ہے -

تیسرے یہ کہ عارفون کا قول بھی مضحکہ ہے کیونکہ عمر کو تو اس سے کسی قسم کی سعادت ہی نہ ملی - اور عبد اللہ کو بھی کیا سعادت ملی کیونکہ وہ عثمان صاحب کے مادری بھائی تھے عثمان نے اُسکا قصور بخشوا کر اپنے عہد خلافت مین خدیو مصر بنا دیا -

بہر حال اڈیٹر صاحب کا ترجمہ عبارت تفسیر کو ہضم کرنا نہایت معنی خیز ہے اُسکے ساتھ تیعنا یوم لکھا کہ یہ ترجمہ ہمارا نہ کیونکر یقین کیا جائے کہ کیونکہ صاحب لوائح کا یہ کلام تو فخر رازی کے نسبت تھا کہ یہان دو روایتین لکھی ہین جنسے مجکو حد درجہ تعجب ہوا کہ وہ کیونکر ان دونون روایتون پر ایمان لائے ہین ،، پس تعجب ہے کہ اڈیٹر صاحب جنکا کام آجتک ترجمہ رہا کیونکر ایسے اغلاط مین مبتلا ہوتے ہین -

(۹) مگر افسوس کہ اپنے اعتراض کا الزام صرف صاحب لوائح پر دیا حالانکہ معترض اول تو وہی عبد اللہ بن ابی سرح مرتد ہے جو آپکے یہان اعلے درجہ کا صحابی ہے کیونکہ عثمان کا سگا رضاعی بھائی ہے -

دوسرے معترض خود امام رازی ہین جنھون نے اس اعتراض کو لکھا اور ایسا جواب

لتنو دیا کہ آپنے اسکو قابل ذکر بھی نہ جانا چہ جائیکہ اسکو مستند جانتے - پھر تعجب ہے کہ ان
اعتراضات پر تو آپ کو مضحکہ نہ آیا - اور آیا تو مولوی سید مرتضی صاحب دام عزہ کی تحریر
پر جو ایسی متین اور مستحکم ہے کہ قیامت تک اسکا جواب آپ سے ناممکن ہے -

(۵) اگر آپ مسلمان ہوتے یا کچھ بھی اسلام کا درد ہوتا تو آپ صرف اسی تقریر پر صاحب
تواریخ کا ایسا ایمان لاتے کہ فوراً جا کر دست بوس ہو جاتے - کیونکہ یہ ایسی تقریر متین اور
کلام حسین ہے کہ جسقدر اہل اسلام اسپر ناز کرین کم ہے - کیونکہ جب کسی آریہ یا عیسائی کے
سامنے یہ تقریر پیش کیجائیگی تو انکو معلوم ہوگا کہ اہل اسلام اسقدر قرآن کا احترام کرتے
ہین - مگر خدا آپکی ہدایت کرے کہ آپ تو بجز عمر کچھ نہین چاہتے حالانکہ اسمین خطرۂ ایمان ہے
کہ آپ عمر کی حمایت کرین -

تعجب تو یہ ہے کہ آپکو تصدیق کلام خداوند عالم علم اللہ انکم تختانون وحسب روایات
اہلسنت خلیفہ دوم کے بارے مین نازل ہوا - خیانت مین ایسی مشاقی ہے کہ کبھی اس
سے نہین چوکتے - وہان تو تفسیر کبیر کے ترجمہ کو غائب کیا تھا - یہان آپنے تواریخ کی عبارت
مین قطع برید کیا حالانکہ وہ آخری فقرات جو آپنے حذف کر دئے نہایت ضروری اور لازمی
تھے دیکھیے آپنے ترجمہ کے ساتھ یہ فقرات لذ اور نیز آنحضرتؐ سے منقول تھی کہ اپنے
کبھی زبہ ناقصہ زبان سے کالی ہو - اور اسقدر ٹھہری ہوئی کہ دوسرا لسان اسکو تمام
کرے والا اخلال کثیر لازم آتا ہے ابلاغ مین اور منجر ہوتا ہے طرف ضلال کے اگرچہ
تھوڑی ہی زمانہ تک ہو - اور نہین لائق ہے یہ امر حضرت کی شان نبوت کے - اور
یہ (تقریر) ویسی ہے کہ جناب فخر رازی اکثر خارجت (حضرت) علی و ابن عباس ابن مسعود
کو رد کرتے ہین محض صیانت تواتر قرآن کے لیے حالانکہ وہ اکابر صحابہ سے تھے پس یہ
مسئلہ جسمین ہم گفتگو کر رہے ہین زیادہ قابل اہتمام ہے کیونکہ تواتر فرع اعجاز ہے ما نحن
فیہ سے

افسوس اسقدر عبارت کو آپنے حذف کر دیا اور نہ لکھا جو صریح خیانت ہے کیونکہ عام
قاعدہ مناظرہ یہی ہے کہ فریق مخالف کی پوری تقریر لکھے اور پھر ہر ہر فقرہ کا جواب دے -

مگر آجکل یہ نیا طریقہ رائج ہوا ہے کہ جس امر کا جواب نہین ممکن ہوتا اُسکو اصل سوال یا تقریر خصم سے حذف کر دیتے ہین - جیساکہ اوڈیٹر اہلحدیث کا بھی اسی پر عمل ہے -

(۱۱) مگر یہ نہ لکھا کہ اگر خلیفہ دوم کا قدم اُٹھ جاے تو بھی کسی صورت مین خرابی لازم نہین آتی کیونکہ اگرچہ قرآن مجید مین خاتو اسبورہ ہے کہ ایک سورہ ہی بناکر لاؤ یعنے ایک سورہ کا بنانا بھی محال ہے - مگر اسکو آپ ثابت نہین کر سکتے کہ قرآن نے سورہ کی کیا حد مقرر کی ہے تفسیر کبیر مین ہے السورۃ ھی طائفۃ من القرآن وواوھا ان کانت اصلاً فاما ان سمی بسور المدینۃ وھو حایطھا لانہا طائفۃ من القرآن محدودۃ کالبلد المسور او لانہا محوبۃ علی فنون من العلم کاحتواء سور المدینۃ علی ما فیہا واما ان سمی بالسورۃ التی ھی الرتبۃ لان السورۃ بمنزلۃ المنازل والمراتب ترتقی فیہا القاری وھی المیانی انفسہا طول واوساط وقصار او مرفعۃ شانہا وجلال محلہا فی الدین وان جعلت واوھا منقلبۃ عن ھمزۃ فلانہا قطعۃ وطائفۃ من القرآن کالسورۃ التی ہے البقیۃ من اسئی الفقلۃ منہ صفحہ ۳۳۵ جلد اول -

سورہ ایک حصہ قرآن کو کہتے ہین - اگر واو اسمین اصلی ہے تو یہ ماخوذ ہے سور مدینہ سے کیونکہ سور اُس دیوار کو کہتے ہین جو شہر کو ہر طرف سے گھیرے ہو - تو چونکہ یہ حصہ قرآن بھی محدود ہے اس وجہ سے اُسکو سورہ کہتے ہین یا اسوجہ سے کہ وہ محتوی ہے فنون علم پر -

یا لفظ سورہ بمعنی رتبہ ہے کیونکہ جسطرح منازل و مراتب مین ترقی ہوتی ہے - اُسی طرح قاری قرآن بھی جسقدر پڑھتا جاتا ہے ترقی کرتا جاتا ہے - اور پھر خود سورہ ہاے قرآن طویل - اوسط - قصیر سب ہین -

یا اسوجہ سے سورہ کہتے ہین کہ اُسکی شان رفیع ہے اور محل اُسکا دین مین جلیل ہے -

اور اگر سورہ کا واو اصلی نہین ہے - بلکہ ہمزہ کا بدلہ ہے کہ اصل مین سؤر تھا تو جسطرح سور کسی شے کا فصدم اسکا ہوتا ہے جو بچ جاے اُسیطرح - یہ سورہ ایک حصہ ایک ٹکڑہ ہے

قرآن کا۔

غرض قرآن۔ حدیث۔ لغت۔ تفسیر سے یہ تو کسیطرح ثابت نہین ہو سکتا کہ سورہ اوسی مکمزہ کو کہتے ہین جو تین آیتونکا ہو۔ بلکہ عام حصہ مخصوصہ قرآن کو کہتے ہین خواہ وہ ایک آیہ ہو یا دو آیہ۔ چنانچہ مجمع بحار الانوار مین ہے۔

وفیه اخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء اراد بالسورة القطعة ص ۱۵۴

حدیث مین ہے کہ آخر سورہ جو نازل ہوا۔ وہ خاتمہ سورہ نسا ہے۔ مراد سورہ سے ایک قطعہ ہے۔ تو اب یقینی معلوم ہوا کہ یہ متعارف سورہ ہی نہین سورہ ہے بلکہ ہر آیہ بھی سورہ کہا جاتا ہے۔ اسیوجہ سے تفسیر کشاف مین ہے سورة فی اصغر السور او آیات شی مفتریات ص ۱۶۴ جلد ۲۔

یعنے ایک چھوٹے سورہ کا مقابل بنالاؤ۔ یا مختلف آیتین افترا کی ہوئی بنالاؤ جس سے معلوم ہوا کہ سورہ سے مراد مخصوص متعارف سورہ نہین ہے بلکہ آیتون پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

سید شریف اسکے حاشیہ پر لکھتے ہین۔ اشارة الی ان التحدی بمقدار سورة صفحہ ۱۶۴

یعنے خداوند عالم نے جو فرمایا فاتوبسورة من مثله تو اس سے یہ مراد نہین ہے کہ ایک سورہ کے برابر کی تحدی کی ہو خصوصاً۔ بلکہ آیات متفرقہ بھی اوس حکم مین ہی ہین۔ پھر تعجب ہے اڈیٹر صاحب سے جو تحض حمایت خلیفہ دوم مین قرآن کی بے عزتی کرتے ہین جو فرماتے ہین دوجواب اسکا یہ ہے کہ دونو صورتون مین کوئی خرابی لازم نہین آتی اگر قوت کاملہ ہے تو اسلیے کہ تحدی ایک آیت کے ساتھ نہین ہوئی۔ بلکہ ایک سورہ کیساتھ ہوئی جسمین کم از کم تین آیتین ہوتی ہین۔ پس اگر مشاکلت محال ہے تو تین آیتون کی وجہ اعجاز قرآن مین الحمد قادح ہو سکتی ہے تو مشاکلت تین آیتونکی؟

جس سے بطور پر معلوم ہوا کہ اڈیٹر صاحب اگر محال جانتے ہین تو تین آیتونکا متصل مقابل قرآن ہونا۔ ایک یا دو آیہ مثل قرآن بن سکتا ہے۔ ذلک مبلغهم من العلم

کیا اسکے بعد وہ دعوی اسلام کر سکتے ہین حالانکہ تفسیر کبیر و تفسیر کشاف سے آپ کو خوب معلوم ہو چکا کہ جبطرح ایک سورہ کا مثل قرآن بنانا محال ہے۔ اسی طرح ایک آیہ کا بھی مثل قرآن محال ہے۔

اور چونکہ حکم فاتوا بسورہ من مثلہ ہے کہ تم سب ملکر اسکا جواب بنالاؤ بنا بر روایات اہلسنت تحدی قرآن غلط ہوا کیونکہ ایک آیہ عمر صاحب لائے۔ دوسرا آیہ مصعب ابن عمیر۔ تیسرا آیہ ایک عورت۔ تینون آیتین ملکر ایک سورہ بنگیا تو دعوی قرآن غلط ہوا کہ تم اسکا مثل نہین بنا سکتے۔

کیا غضب کی بات ہے کہ اسکے بھی مدعی ہین نبوۃ النبی معجزتہا القرآن اعجاز القرآن کہ حضرت کی نبوت کا معجزہ قرآن ہے فاما دلالۃ القرآن فہی من معجزہ عمت الثقلین بقیت ببقاء العصرین ازوم الحجہ بہا فی اول وقت ورودہ الی یوم القیامۃ علی خد واحد صفحہ ۹۔

یعنے قرآن کا معجزہ ہونا ایسا ہے کہ دونو جہان کو وہ عام ہے اور باقی ہے دونو زمانہ تک اور حجت اُس سے اسیطرح آج بھی تمام ہے جسطرح پہلے زمانہ مین لوگ اُس سے عاجز تھے مگر ہمارے اڈیٹر صاحب قرآن کے اس اعجاز سے بمقابلہ عمر منکر ہین اور یہ نہین سوچتے کہ اگر اس سے کوئی فضیلت نکلتی ہے تو سب سے پہلا وارث اسکا عبد اللہ بن ابی سرح ہوتا ہے جو مرتد ہوا۔

اہلسنت نے تو یہانتک ترقی کی ہی کہ انکار اعجاز قرآن کیلیے ایک ایسی تاویل بھی کی ہے جس سے اور بھی اس قرآنی تحدی کا وزن کم ہو جاے چنانچہ تفسیر کبیر مین ہی صفحہ ۳۳۶ جلد اول

تقلیل وزن تحدی قرآن المسئلۃ السادسۃ الضمیر فی قولہ من مثلہ الی ماذا یعود فیہ وجہان احدہما انہ عائد الی ما فی قولہ مما نزلنا علی عبدنا ای فاتوا بسورہ مما ہو علی صفتہ فی الفصاحۃ وحسن النظم والثانی انہ عائد الی عبدنا ای فاتوا ممن ہو علی حالہ من کونہ بشرا امیا لم یقرء الکتب ولم یاخذ من العلماء۔

یعنے فاتوا السورۃ من مثلہ مین جو ضمیر ہے (مثلہ) یہ کدھر پھرتی ہے بعض کہتے ہین قرآن کی طرف کہ ایسا ایک سورہ بنالا جو ایسا فصیح ہو اور حسن النظم بعض کہتے ہین کہ ضمیر حضرت کی طرف پھرتی ہے کہ ایسے شخص سے بنوالاؤ جو آپکا ایسا ناخواندہ اور ناتعلیم یافتہ ہو۔ اس تاویل کو دیکھکر ہر شخص کہسکتا ہے کہ اصل غرض اس شخص کی یہی ہے کہ قرآن کے دعوی اعجاز کو کسیطرح صدمہ پہونچائے حالانکہ سورہ یونس مین جو فاتوا بسورۃ مثلہ ہے مین کسی طرح اسکی گنجائش نہین ہے امام رازی اس قول کو رد کرتے ہوے لکھتے ہین (۱) بحث تو اسمین ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے جسپر کہا گیا کہ اگر اسمین شک ہو تو اسکا ایسا ایک سورہ ہی بنالاؤ۔ پھر ضمیر کو حضرت کی طرف پھیرنا کیسی دانشمندی ہے (۲) اگر ضمیر قرآن کیطرف عائد ہوگی تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ مثل اسکا نہین بنا سکتے خواہ تنہا ہون یا جمع کر کے بنائین خواہ علما بنائین یا جہلا بخلاف اسکے اگر حضرت کیطرف ضمیر پھرے تو یہ مطلب ہونگے کہ تم مین سے ایک شخص اسکا ایسا نہین بنا سکتا۔ مگر یہ نہین ثابت ہو سکتا کہ علما کا مجمع بھی نہین بنا سکتا۔ کیونکہ آنحضرت کا مثل اگر ہو سکتا ہے تو شخص واحد امی۔ نہ کہ مجمع اور وہ بھی علما کا تو اس صورت مین تحدی پوری نہ ہوگی (۳) اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی تو اسکا اعجاز بوجہ کمال فصاحت ثابت ہوگا۔ بخلاف اسکے اگر آنحضرت کی طرف پھرے تو اعجاز قرآن بوجہ فصاحت نہین ہوگا بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ حضرت ایسے شخص سے ہے جو امی ہے اور علم سے بعید (۴) اگر ضمیر آنحضرت کی طرف پھرے تو اس سے اس کا گمان ہوتا ہے کہ جو شخص مثل آنحضرت امی نہو اوس سے مثل قرآن ممکن ہے بخلاف اسکے اگر قرآن کی غرض ان تحریرون پر غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگون نے ہر طرح چاہا کہ قرآن کے اعجاز اور اوسکی عظمت کو کم کرین۔ مگر خدا نے ہر وقت اوس کی عظمت کو اسطرح ثابت کیا کہ ان کو سر بسجود ہی ہونا پڑا اور اقرار کرنا پڑا کہ قرآن اس درجہ اعجاز پر فائز ہے کہ کوئی انسان کیا جنات و ملائکہ بھی اوسکے مثل پر قادر نہین ہین۔

افسوس کہ ہمارے مخاطب عشق خلیفہ دوم مین صلاح و فلاح سے اسدرجہ محروم ہین کہ کبھی وہ افلح نہین ہو سکتے۔ ورنہ انکو معلوم ہوتا کہ قرآن کے ایک ایک آیہ کی فصاحت

اس حد جہ پر تھی کہ بڑے بڑے عرب جب سنتے تو سجدہ کرتے تھے مفتی سید احمد
دحلان سیرۃ نبویہ صفحہ ۱۰۱ جلد ۲ مین ناقل ہین کہ ایک اعرابی نے ایک شخص کو حرف یہ آیہ
پڑھتے سنا فاصدع بما تومر تو وہ اعرابی سجدہ مین جھک پڑا اور کہا کہ ہم نے اس کلام
کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے - ایک اعرابی نے یہ آیہ سنا فلما استیاسوا منہ خلصوا نجیا
تو اس اعرابی نے کہا مین گواہی دیتا ہون کوئی مخلوق اسپر قادر نہین ہے کہ ایسا جملہ بنا سکے
ایک دن خلیفہ دوم کے سرہانے کلمہ شہادتین پڑھ رہا تھا - تو خلیفہ نے سبب دریافت کیا
تو اسنے کہا کہ ہم بطارقہ روم سے تھے اور اُنکے سردارون سے ایک روز ایک شخص کو یہ
آیہ پڑھتے سنا ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون
یعنے جو شخص اطاعت کرے خدا ورسول کی اور ڈرے خدا سے اور پرہیزگاری کرے
وہی لوگ فائز ہین لہذا وہ رومی مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے جو اس آیہ مین غور کیا
جو کچھ خدا نے حضرت عیسیٰ پر نازل کیا ہے احوال دنیا و آخرت سے وہ سب اسمین بھرا
ہوا ہے اسوجہ سے ہمنے ایمان قبول کیا -
پھر یہ کیا اسلام اڈیٹر ہے جو اسکے قائل ہین کہ ایک دو آیہ کوئی مثل قرآن بنا سکتا ہے
لعنت ہے ایسی گندہ دہانی پر اور یہی نتیجہ ہے محبت خلیفہ ثانی کا -

بحث تقطیع آیات قرآن

(۲۱) رہی دوسری شق - اور اگر آیہ سابقہ کا جزو ہے
جواب کا مطلب یہ ہے کہ جناب مولوی مرتضے صاحب نے جو فرمایا تھا کہ یہ کیونکر جائز ہے کہ اللہ ایک ناقص آیہ نازل کرے اور اسکو عمر یا اور
کوئی شخص پورا کرے - تو اڈیٹر صاحب اسکے جواب مین فرماتے ہین ایسا بہت ہوا کہ
ادھوری آیت نازل ہوئی اور بعد کو پوری کیگئی -
غرض آپکے نزدیک جہان وہ ممکن ہے کہ دو تین آیہ کوئی بمقابل قرآن بنا لائے کیونکہ
عمر نے بنا دیا ہے - وہان یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن کی ادھوری آیتین نازل ہون جو
بعد کو تمام کیجائین - اس دعوے کی دلیل مین آپ اتقان کی عبارت پیش کرتے ہین

مگر نہ صفحہ دیتے ہین نہ مطبع حالانکہ میزان فشعب ۔نخومیر کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہی کتابین از بر ہین۔

بہر حال سیوطی نے نوع سادس عشر مین کیفیت نزول قرآن کو لکھا ہے اسمین لکھتے ہین فرع الذی استقری من الاحادیث الصحیحۃ وغیرھا ان القران کان ینزل بحسب الحاجۃ خمس ایات و عشر ایات و ۔۔۔ و اول المومنین جملۃ وصح نزول غیر اولی الضرر وحدھا وھی بعض ایۃ وکذا قولہ وان خفتم عیلۃ الی اخر الایۃ نزلت بعد نزول اول الایۃ کما حررنا فی اسباب النزول وذلک بعض ایۃ ص ۴۴ جلد اول۔

یعنے احادیث کے استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن بحسب ضرورت پانچ آیہ دس آیہ یا زیادہ یا کم نازل ہوا کرتا تھا روایت صحیح سے دس آیہ کا ایک دفعہ قصہ افک مین نازل ہونا ثابت ہے اسیطرح سورہ مومنین کی ابتدائے دس آیتون کا ایک دفعہ اور یہ بھی ثابت ہے کہ غیر اولے الضرر تنہا آیا جو بعض آیہ ہے اسیطرح وان خفتم عیلہ کا جو بعض آیہ ہے پس حیف ہے کہ اثبات عظمت قرآن کے لیے وہ اقوال آپکو نہ سوجھے جسمین اسکی تصریح کی گئی ہے کہ دس آیہ پانچ آیہ آیا کرتا تھا۔ اور اثبات عظمت خلیفہ دوم کے لیے یہ فقرہ ملگیا کہ غیر اولے الضرر اور ان خفتم عیلہ ایک ایک ٹکڑہ نازل ہوا۔

افسوس یہ ہے کہ اڈیٹر النجم کو دنیا و آخرت مین جو کچھ تعلق ہے وہ خلیفہ دوم سے نہ خدا و رسول سے نہ قرآن سے اس لیئے اوسی آیہ کو اونہون نے لکھا کہ اگر آپ اسکو دیکھ لین تو پھر آپکی بوٹیان نوچ لین۔ کیونکہ اصل آیہ یہ ہے لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجہ وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما

سورہ ن پ ۵ ع ۹۔

نہین برابر ہو سکتے وہ مومن جو بلا عذر بیٹھ رہتے ہین۔ اور وہ لوگ جو جہاد کرتے ہین

خدا کی راہ مین اپنے مال اور جان سے ۔ خدا نے فضیلت دی ہے کئی درجہ مجاہدین کو جو مال و جان سے جہاد کرتے ہین انپر جو بیٹھ رہتے ہین اور ہر ایک سے خدا نے وعدہ کیا ہے نیک ۔ اور فضیلت دی ہے مجاہدین کو قاعدین پر بہ لحاظ اجر عظیم ۔

روایت صحیح بخاری

اسپر سیوطی اسباب النزول مین لکھتے ہین کہ بخاری روایت کرتے ہین براء سے جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ فلان کو بلا لاؤ وہ قلم دوات کاغذ لیکر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ لکھو لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله اور حضرت کے پیچھے ابن ام مکتوم تھی تو کہا یا رسول اللہ ہم اندھے ہین ۔ پس اسکی جگہ پر یہ آیہ نازل ہوا لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر ۔ بخاری نے اس روایت کو زید بن ثابت سے اور طبرانی نے زید بن ارقم سے اور ابن حبان نے فلیان بن عاصم سے روایت کی ہے اور ترمذی نے ابن عباس سے جسمین یہ بھی ہے کہ ابن جحش اور ابن ام مکتوم دونون نے کہا کہ ہم دونون اندھے ہین جسپر غیر اولی الضرر کا لفظ نازل ہوا ۔

اڈیٹر صاحب غور تو کیجیے اگر آریہ صاحبان اس حدیث کو دیکھ لین گے تو کیا کہین گے کہ ایک یا دو اندھے کے ٹوکنے پر حضرت نے یہ جملہ بڑھا دیا ۔ تو کیا یہی شان قرآن ہے استغفر اللہ ۔

تفسیر ابو سعود مین ہے کہ حضرت پر وہ کیفیت طاری ہو چکی تھی جو وحی کے وقت ہوتی تھی اور اسیطرح آیہ نازل ہو چکا تھا کہ ابن ام مکتوم نے ٹوکا تو پھر دوبارہ وہی کیفیت طاری ہوئی اور اس کے بعد بہ اضافہ غیر اولی الضرر لکھوایا صفحہ ۴۳ برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۳ ۔

افسوس کہ صحیح بخاری مین یہ روایت لکھدی گئی اسلیئے اسکو حدیث صحیح بنا دیا حالانکہ یہ ایسی حدیث ہے کہ اگر اہل عقل اسپر غور کرین تو واقعی بہت کچھ نقص قرآن مین شک پڑ سکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ فخر رازی نے اس روایت کا لکھنا بھی نہ جائز سمجھا کہ کسیطرح

ہم غیر اولی الضرر ... (margin note)

اشارۃً کنایۃً بھی اسکو لکھین - حالانکہ بفرض تسلیم اگر ہم اس روایت مکذوبہ موضوعہ کو مان بھی لین تو اس سے بھی بعض آیہ کا نزول نہین ثابت ہوا کیونکہ دوبارہ خدا نے اصلاح کر کے پھر اُسی لا یستوی القاعدون کے ساتھ نازل کیا چنانچہ تفسیر ابو سعود مین ہے فقال اکتب لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر ص ۴۳۸ -

اگر ہم اُن روایتون کا احصا کرین جو علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور صفحہ ۲۰۳ جلد ۲ مین جمع کی ہے تو ایسے ایسے اسرار سربستہ کھلین کہ آریہ اُسپر اطلاع پاکر مسلمانون کو ملغ جاٹنے لگین مگر یہ ضروری ہے کہ کوئی صاحب عقل سلیم اگر اس روایت کو تسلیم کریگا تو تو اُسکو قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار ضروری ہے - کیونکہ اگر رسول اللہ سے معاذاللہ ایسے غلطی ہوجاتی تو بقواعد اہلسنت ممکن تھا - مگر یہان تو خدا پر الزام آتا ہے کہ اُس نے ایسی غلطی کی معاذاللہ کہ ایک بلکہ دو اندھون کو ٹوکنا پڑا - تو کیا وہ خدا ہو سکتا ہی جو اسطرح اپنے کلام مین اصلاح دے - کہ جب کوئی ٹوکے تو وہ ایک لفظ ادھر اودھر کر کے درست کر دے -

دوسرا آیہ وان خفتم عیلہ

دوسرا آیہ جسکی طرف سیوطی نے اشارہ کیا اور اڈیٹر صاحب نے بڑے فخر و مباہات سے لکھا وہ آیہ سورہ برأت ہے -

یا ایہا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ان اللہ علیم حکیم -

اے مومنو مشرک جتنے ہین نجس ہی ہین - اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس بجانے پائین - اور اگر تمکو مفلسی کا خوف ہو تو خدا اگر چاہے گا اپنے فضل سے تمکو غنی کردیگا بیشک خدا علیم و حکیم ہے

سیوطی اسباب النزول مین لکھتے ہین کہ مشرکین عرب زیارت خانہ کعبہ کو آتے تو کھانے پینے کی چیزین بھی بغرض تجارت لاتے جب آیہ انما المشرکون نجس نازل ہوا تو مسلمانون نے غل مچانا شروع کیا کہ اب کھانے پینے کی چیزین کہان سے ملینگی اُسپر

خدانے یہ آیہ نازل کیا و ان خفتم عیلة کہ اگر تمکو فاقہ کا خوف ہے تو خدا غنی کردیگا۔
مگر خدا معلوم سیوطی نے اسکو بعض آیہ کیون لکھدیا حالانکہ وہ مستقل آیہ ہے اور اپنے
مطلب مین مقدم کا محتاج نہین ہے۔ پس صاحب لوائح لیلیہ کا دعوی بہر طور ثابت
ہوا ود کیونکر جائز ہے کہ اللہ ایک ناقص آیہ نازل کرے اور اُسکو عمر یا اور کوئی شخص
پورا کرے " کیونکہ جن دو نو آیتون کا حوالہ اڈیٹر نے دیا ہے اُسمین سے پہلی روایت
کے تسلیم سے قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے دست برداری لازم آتی ہے۔ اور
دوسری روایت کے تسلیم سے آپکا مدعا نہین ثابت ہوا۔

بحث تفضیل جناب امیرؑ

تفسیر کبیر پر ایک نظر فخر رازی تفسیر آیہ لا یستوی القاعدون لکھتے لکھتے کہتے ہین
کہ شیعہ کہتے ہین یہ آیہ دلیل ہے افضلیت جناب امیر کی کیونکہ جناب امیر کا جہاد بدرجہا زیادہ
تھا ابو بکر سے تو جس مقدار کا تفاوت دونون کے جہاد مین ہے اُسمین ابو بکر قاعدین
سے ہوتے ہین اور علیؑ خائفین سے لہذا ضرور ہے کہ جناب امیر افضل ہون ابو بکر سے
کیونکہ خدا فرماتا ہے فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما۔
اسکے جواب مین لکھتے ہین کہ جناب امیر کی مباشرت قتال کفار سے۔ زیادہ تھی بہ نسبت
رسول اللہ کے۔ تو لازم آتا ہے جناب امیر افضل ہون رسول اللہ سے جسکا کوئی عاقل قائل
نہین ہوسکتا۔ پس اگر یہ کہو کہ مجاہدہ رسول کفار کے ساتھ اعظم تھا بہ نسبت مجاہدہ جناب
امیر کیونکہ رسول۔ کفار کے ساتھ بتقریر دلائل و بینات و ازالہ شبہات و ضلالات جہاد
کرتے تھے۔ اور یہ جہاد اکمل تھا اُس جہاد سے تو ہم کہینگے اس تقریر کو ہم سے بھی قبول کرو حق
ابو بکر مین ابو بکر جب اسلام لائے تو اُنھون نے کوشش کی سائر ناس سے کے اسلام مین یہانتک
کہ اُنکے ہاتھ پر عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن مظعون اسلام لائے۔ اور بہت مبالغہ
کرتے تھے ترغیب ناس مین ایمان کے ساتھ اور حمایت کرنے مین جناب رسالتماب
کی جان سے اور مال سے اور حضرت علیؑ اُسوقت بچہ تھے کہ کوئی اُنکے کہنے سے

اسلام نہ لاتا اور نہ وہ اسپر قادر تھے کہ رسول اللہ کی حمایت کر سکیں - توجہاد ابو بکر دو
وجہ سے افضل تھا جہاد علےؑ سے (۱) جہاد ابو بکر اول امر مین تھا جسوقت اسلام نہایت
ضعیف تھا - بخلاف جہاد جناب امیر کے کہ وہ مدینہ مین ظاہر ہوا غزوات مین اور اسلام
اُسوقت قوی تھا (۲) جہاد ابو بکر بدعوت تھا دین کی طرف اور اکثر افاضل عشرہ انھین کی
بدولت اسلام لائے - اور اس قسم کا جہاد حرفہ نبی ہے - بخلاف جہاد علیؑ کے وہ بدولت
قتل تھا - اور نہین شک ہے کہ اول افضل ہے -

اقول یہ تقریر ہے سنیون کے امام علی الاطلاق فخر الدین رازی کی جسکو سنکر جوان
بوڑھے تو پیچھے ہنسین گے سب سے پہلے وہ لڑکے ہنسین گے بلکہ تالیان
بجائینگے جو اسکول مین پڑھتے ہین - کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کسی سے کہے کہ جو تم مین سب
سے بڑھکر بہادر ہوگا وہی سب سے افضل ہے - توکیا اس سے کوئی یہ بھی سمجھ سکتا ہے
کہ بادشاہ اُس بہادر سپاہی کو اپنے سے بھی افضل بنا رہا ہے -
یہی حال ہے یہان خدا و رسول کا کہ وہ اپنے بہادر سپاہیون مین مجاہد کو افضل کہہ رہا ہے
غیر مجاہد سے پس اگر اس سے آپ یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اس سے فضیلت جناب امیرؑ
رسول اللہ پر لازم آتی ہے تو اُسی کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ معاذ اللہ خدا سے بھی
فضیلت حضرت کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ نے تو جہاد بھی کیا ہے - بخلاف خداوند
عالم کے وہ یقیناً اس سے بری ہے تقریر فخر رازی بتا رہی ہے کہ عقیدہ اہلسنت مین درجہ
ابو بکر مساوی ہے درجہ رسول اللہ سے اسی لیے یہ کہا کہ اگر جناب امیرؑ بوجہ کثرت جہاد ابو بکر
سے افضل تھے تو رسول اللہ سے بھی افضل تھے حالانکہ کوئی عاقل بھی یہان رسول اللہ کو نہ
بحیثیت افضل قبول کر سکتا ہے نہ بحیثیت مفضول کیونکہ فضیلت مین جنسیت ضروری ہی اور
یہان بوجہ رسالت وہونے کے وہ مفقود ہے کیونکہ خدا اُن لوگون کے مدارج کو بیان کر رہا ہے
جو بحکم خدا و رسول جہاد کر رہے ہین - نہ یہ کہ وہ مطلق اپنے بندون کی فضیلت وغیرہ کا
ذکر کرتا ہو -
سوال و جواب جو طریقہ جہاد کے متعلق لکھا ہے وہ سب سے نرالا ہے کیونکہ اس سے بھی

معلوم ہوتا ہے اب رسول اللہ کو اور ابو بکر کو ایک درجہ مین مانتے ہین کہ حضرت بھی گو کو
مسلمان کر رہے تھے اور ابو بکر بھی پھر فرق ہی کیا رہا مگر آپنے شاید تواریخ مین یہ نہین پڑھا
کہ ابو بکر تو پچاس آدمیون کے بعد اسلام لائے ہین پھر بتائے جو انکے پہلے ایمان لایا وہ
انسے افضل ہوا یا نہین۔
عثمان وغیرہ کا آپ کے ہاتھ پر اسلام لانا اگرچہ بہت کچھ محل تامل ہے کیونکہ وہ تو عشق رقیہ
مین اسلام لائے تھے اور سعد بن ابی وقاص تو حسب روایت صحیح بخاری اس سے پہلے اسلام
لائے مگر بغرض تسلیم وہ تو اور بھی عذاب جان ہے کیونکہ یہی مجموعہ تو تمام آفتونکا ذریعہ
اور سبب ہوا۔ پھر افسوس ہے کہ آپ اسپر فخر و مباحات کرتے ہین۔
یہ ضرور ہے کہ ابو بکر کو کچھ کاہنون منجمون سے اسکی خبر مل چکی تھی کہ یہ رسول خاتم الانبیا
کے بعد خلیفہ بنینگے جس سے ممکن ہے انھون نے ابتدا مین بھی اشاعت اسلام مین کوشش
کی ہو۔ مگر تواریخ بتا رہی ہے کہ انکا اسلام پیش خیمہ تھا منافقین کے داخلہ کا۔ اسلام لانے
کے دوسرے ہی تیسرے روز حضرت کو اظہار اسلام پر مجبور کرنے لگے جسپر حضرت فرماتے
انا قلیلون مگر یہ نہ مانتے آخر نتیجہ یہ کہ عتبہ بن ربیعہ نے پیوند دار جوتے سے اسقدر انکو
پیٹا کہ ناک و کان برابر ہوگئے۔ اور رسول اللہ پر بھی وہ شدائد گذرے جو کبھی نگذرے
تھے۔ تو کیا ایسے شخص کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترغیب دیتا تھا ترقی اسلام کے لیے۔
افسوس اسکے ساتھ یہ دعوے کہ وہ حضرت کی حمایت مین مشغول رہتے تھے کس درجہ
لغو ہے کہ تمام تواریخ اسکی مکذب ہے کیونکہ سب سے زیادہ سخت موقع حضرت پر وہ
گذرا ہے جس مین آپ شعب ابی طالب مین تین برس تک محبوس رہے ہین مگر بجز جناب امیر
نہ کوئی آپ کا حامی تھا نہ مددگار۔
ہم نہین سمجھتے ان کمبختون کو جناب امیر سے کس جرم پر کس قصور پر یہ عداوت ہے کہ تمام فضائل
سے انکار کیے جاتے ہین حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ حضرت کی بعثت ہی اسوقت ہوئی
جبکہ جناب امیر سن رشد پر پہونچ چکے تھے اور وقت بعثت سے تا وقت وفات حمایت
رسول جو کچھ ہوئی وہ جناب امیر سے۔ خواہ وقت اظہار و اعلان نبوت ہو خواہ حضرت

نے خلافت جناب امیرؑ پر نص صریح فرمائی خواہ محاصرہ شعب ابیطالبؑ مین ہو خواہ وقت ہجرت کے ابوبکر تو چین سے حضرت کے ساتھ غار مین تھے اور جناب امیرؑ سب خدمتین انجام دے رہے تھے اسپر آپ فرماتے ہین کہ حضرت علیؑ اُس وقت کم سن تھے اور حمایت رسولؐ پر قادر نہ تھے۔

یہ لوگ کچھ ایسے ابلہ فریب ہین کہ جو بات کرتے ہین مغالطہ آمیز کہ ابوبکر کی بدولت کچھ لوگ مسلمان ہوے اور جناب امیرؑ کی بدولت اُسوقت کوئی بھی نہ مسلمان ہوا۔ حالانکہ یہ نہین سمجھتے کہ جناب امیرؑ کا درجہ تو اُسوقت بمنزلہ فرزند کے تھا بزرگون کے رہتے خرد کو کب موقع کلام ملتا ہے۔ اسی لیے خدا نے جناب امیرؑ کو نفس رسولؐ کا خطاب دیا کہ اُس زمانہ مین جو کام حضرت سے نہین ہوا صرف جناب رسالتمآب سے ہوا اُسمین بھی حضرت اسی طرح شریک ہین جسطرح رسول اللہ اون اُمور مین شریک ہین جو تنہا جناب امیرؑ سے ہوئے کیونکہ دونو تو نفس واحد ہین۔

اگر جہاد ابوبکر بشبہے بشبہے افضل تھا جہاد جناب امیرؑ سے تو جہاد ابوقحافہ بدرجہ افضل تھا جہاد ابوبکر سے کیونکہ اگر اُسکے مجاہدہ سے ابوبکر نہ پیدا ہوتے تو کیونکر بے لکھی مارے مجاہد ہو جاتے۔ غرض یہ تو اقرار و اعتراف فخر رازی سے بھی اچھی طرح معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب نے جانتے جہاد کیا نہ ال سے۔ بلکہ اگر کیا تو بقول رازی بزازہ کی دوکان پر بیٹھ کر دوچار کافرو نکو پھانس لیا۔ پس اگر اُسی کارروائی سے وہ مجاہد بن سکتے ہین تو اُنسے بڑھکر وہ پچاس مجاہد اول ہوئے جو انکے قبل اسلام لائے۔

ہان یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اس ایک آیہ مین خدا نے لفظ مجاہدین کا تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے جس سے ممکن ہے اسطرف اشارہ ہو کہ اصحاب ثلثہ کی جو عزت افزائی کیجائیگی وہ غلط ہے کیونکہ نہ وہ عہد رسول اللہ مین مجاہد ہوے نہ اپنے زمانہ خلافت مین بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا ورنہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے یہ توصیف صرف اسی لئے فرمائی ہے کہ مسلمانون کو معلوم ہو کہ مجاہد فی سبیل اللہ کا کیا درجہ ہے۔ اُسکا کوئی مقابلہ نہین

یہی وجہ ہے کہ علامہ نیشاپوری تفسیر کبیر کے گورکھ دھندے کا خلاصہ کرتے کرتے اوکتھا کے آخر مین لکھتے ہین۔ والحق انہ لا تدل الایۃ الا علی تفضیل المجاھدین علی القاعدین اما علی تفضیل المجاھدین بعضہم علی بعض فلا ص ۱۴۷ جلد ۸ بر حاشیہ تفسیر طبری۔

یعنے حق یہ ہے کہ آیہ مذکورہ صرف تفضیل مجاہدین پر دلالت کرتا ہے قاعدین پر نہ اسپر کہ بعض مجاہدین بعض سے افضل ہین۔ کیونکہ اسکا فیصلہ تو خود تمھاری عقل و دیگر آیات سے ہو سکتا ہے کہ کون کسدرجہ کا مجاہد ہے۔

لشکر مین کمسریٹ والے بنیا بقال بھی ہوتے ہین وہ بھی سپاہی کہلاتے ہین۔ اور وہ لوگ بھی سپاہی ہی کہلاتے ہین جو جان دیتے ہین اور فتح کرتے ہین۔

جواب النجم اب پھر بقیہ تقریر النجم کیطرف رجوع کرتے ہین۔ کیونکہ بخیال خاطر داری عمر اڈیٹر النجم اسکو خوشی سے منظور کرتے ہین وہ کہ اللہ ایک ناقص آیت نازل کرے مگر اسکے دوسرے حصہ کو نہین مانتے فرماتے ہین اب رہا یہ کہ حضرت عمر نے اس آیہ کو پورا کیا یہ مولف صاحب کا ذہنی مضمون ہے روایت مین یہ مضمون نہین ہے بلکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتہ فتبارک اللہ احسن الخالقین نازل ہو چکی تھی حضرت عمر نے خلقا آخر تک سنکر آئندہ الفاظ کے سنے بغیر فتبارک اللہ احسن الخالقین کہدیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ یونہی نازل نازل ہو چکی ہے الفاظ روایت یہ ہین قلت فتبارک اللہ احسن الخالقین فقال ھکذا انزلت۔

الجواب یہ تقریر بتا رہی ہے کہ اڈیٹر صاحب کا سینہ کس طرح آتش حسد سے جل رہا ہے کیونکہ صاحب لولاک کے اس قول کو کہ حضرت عمر نے اس آیت کو پورا کیا۔ ذہنی مضمون بتا رہے ہین۔ مگر ہم اُن جاہل حق پوشونکو کیا جواب دیسکتے ہین جو اپنی جان بری صرف انکار روایت مین دیکھتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ ابھی دنیا مین وہ لوگ باقی ہین جو آپکی پردہ دری کرین دیکھیے تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۸ صفحہ ۷۔

د نزلت ولقد خلقنا الانسان من سلالہ من طین الایہ الی قولہ ثم انشانام خلقا اخر فقلت انا فتبارک احسن الخالقین فنزلت فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

یعنے آیہ اترا تھا خلقا آخر تک جبکہ خود مین نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین پس ایسا ہی نازل ہوا کہیے جناب مولوی مرتضے صاحب نے جو لکھا تھا وہ ذہنی نکلا یا گیا۔ کیونکہ یہ یقینی ہے اُنھون نے بھی کتابونکو وقت تحریر ندیکھا ہوگا۔ بلکہ اُنکے ذہن سلیم فہم مستقیم نے بتایا ہوگا کہ یونہی ہونا چاہیے جسکو اصلاح منطق مین قضایا قیاسا تھا معہا کہتے ہین اور حدیث مین المومن ینظر بنور الایمان وارد ہوا ہے۔

اوڈیٹر صاحب در منثور کی دوسری روایت بھی دیکھیے عن ابن عباس قال لما نزلت ولقد خلقنا الانسان من سلالہ من طین الایہ قال عمر فتبارک اللہ احسن الخالقین ؞

کہ جب آیہ لقد خلقنا الانسان نازل ہوا تو عمر نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین پس نازل ہوا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

کہیے اوڈیٹر صاحب آپکے اور صاحب لوائح ہیلیہ کے درمیان مین بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہم کیونکر تصفیہ کرسکتے ہین۔

آپ کہتے ہین الفاظ روایت یہ ہین حالانکہ ہم نے پوری عبارت لکھدی ہے اور تفسیر نیشاپوری مین ہے وروی عن عمر ایضا سبق لسانہ بقولہ فتبارک اللہ احسن الخالقین قبل ان ینزل ص ۹ جلد ۱۸۔

عمر سے روایت ہے کہ اُنکی زبان نے بھی سبقت کی اور آیہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کے ساتھ قبل اسکے کہ نزول ہو۔ پھر فرمائی آمین کیا عذر ہے کہ خدا نے آیہ ناقصہ نازل کیا اور عمر صاحب نے اُسکو پورا کیا کیونکہ تمام روایتین تو یہی کہتی ہین کہ پہلے عمر نے کہا تب خدا نے اُسکے مطابق نازل کیا۔

ہان تفسیر کبیر مین یہ فقرہ ضرور ہے کہ حضرت نے فرمایا ھکذا انزلت مگر روایت در منثو

ابن راہویہ - ابن منذر - ابن ابی حاتم - طبرانی (فی الاوسط) ابن مردویہ - زید بن ثابت سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ہمپر یہ آیہ لکھوا رہے تھے ولقد خلقنا الانسان خلقا آخر تک کہ معاذ بن جبل نے فتبارک اللہ احسن الخالقین کہا - اسپر حضرت ہنسے معاذ بن جبل نے پوچھا کہ آپ کیون ہنسے حضرت نے فرمایا کہ یہ سورہ ختم ہوا فتبارک اللہ احسن الخالقین -

تو آپ فرمائیے ایسی قوت صرف عمر ہی کو ملی تھی کہ وحی آلہی کا انعکاس انکے قلب مبارک پر ہو جاتا تھا - یا ان تینون کو وہ قوت ملی تھی - اور وہ بھی اسی درجہ پر ممتاز تھے -

تاریخ خمیس مین ہے عبد اللہ بن ابی سرح قبل فتح مکہ شہ اسلام لایا تھا اور حضرت کی کتابت کیا کرتا تھا سمیعا بصیر کو علیما حلیما اور علیما حکیما کو غفور رحیما یہانتک کہ بروایت معالم التنزیل وغیرہ اُسنے فتبارک اللہ احسن الخالقین از خود کہا تو حضرت نے کہا لکھدے کہ یونہی نازل ہوا اسپر وہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا - اور فتح مکہ مین حضرت نے اُسکا خون ہدر کیا صفحہ ۱۰۰ -

پس جب اُسکو الہام ہو چکا تھا اور وہ اسی الہام کی بدولت مرتد ہوا تو کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ عمر صاحب یا معاذ نے از خود اپنی زبان پر یہ کلمہ جاری کیا کیونکہ اسکا نزول معلوم ہو چکا تھا یہ قصہ مشہور ہو چکا تھا - لہذا یہ دعوے کرنا کہ عمر نے ایسا کہا محض کذب وافترا ہے - اسیطرح معاذ کی نسبت یہ دعوی بھی محض لغو ہے - کیونکہ سورہ مومنین تو بکتابت عبد اللہ بن ابی سرح لکھا جا چکا تھا - زید بن ثابت سے حضرت نے کب لکھوایا جو معاذ کو اتنا موقع ملا -

آپنے تاریخ الاذان حصہ اول صفحہ مین یہ عبارت پڑھی ہوگی -

جناب رسولخدا صلعم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا - کہ لوگون کو یکجا کرنے کیلئے (نماز مین) کونسی تدبیر اختیار کیجاے اسپر تین تجویزین پیش ہوئین (۱) ایک یہ کہ مثل نصاریٰ کے ناقوس پھونکے جائین (۲) دوسرے صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ یہود کی طرح بوق بنائین (۳) تیسری تجویز یہ ہوئی کہ نماز کیواسطے آگ روشن کیجاے جسکے دیکھنے سے

اور تفسیر نیشاپوری سب اسکے خلاف ہین پھر تفسیر ابو سعود مین ہے وکان رضی اللہ عنہ یفتخر بذلک ویقول وافقت ربی فی اربع ص ۲۷۷ تفسیر کبیر جلد ۶۔

یعنے عمر اسپر فخر کیا کرتے تھے تو کیا کوئی ایسے امر پر فخر کر سکتا ہے جسمین اُسکی کسیطرح کی شرکت نہو یریدون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔

پھر اڈیٹر النجم فرماتے ہین نیز اس واقعہ کا نام توارد رکھنا بھی مولف ہی کی ایجاد ہے ہان یہ کہنا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کی صحبت شریف کی برکت سے حضرت عمر کے قلب کو ایسی قوت عنایت ہوئی تھی کہ وحی الٰہی کا انعکاس آپکے قلب مبارک پر ہوجاتا تھا۔

الجواب توارد کہنا تو ازراہ تادب تھا ورنہ حقیقت مین خدانے عمر کی تقلید کی کہ جو آیہ عمر نے بنایا خدانے اُسکو لے لیا۔ توارد تو وہان کہا جاتا ہے جہان علم نہو اور یہان تو لفظ سرقہ زیادہ مناسب ہے۔

رہا یہ جملہ کہ قلب عمر کو ایسی قوت عنایت ہوئی تھی تو یہ البتہ ایک معنی خیز جملہ ہے مگر اس دنگل مین تین پہلوان ہین ایک تو حضرت عثمان کے برادر مادری عبداللہ بن ابی سرح جو اس آیہ کی بدولت مرتد ہوگیا کہ اگر حضرت سچ کہتے ہین کہ آپ پر وحی ہوتی ہے تو ہمپر بھی وحی ہوتی ہے۔ اور اگر جھوٹ کہتے ہین تو پھر یہ دین ہی کیا ہوا تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۷۶۔

دوسرا پہلوان نامی تو یہی عمر ہے جو جنگ کے وقت تو سب کے آگے بھاگے اور غیر جنگ مین سب کے آگے ہووے۔

تیسرا پہلوان معاذ بن جبل ہے چنانچہ تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے اخرج ابن راہویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن زید بن ثابت قال املی علی رسول اللہ ھذہ الایہ ولقد خلقنا الانسان من سلالہ من طین الی قولہ خلقا اخر فقال معاذ بن جبل فتبارک اللہ احسن الخالقین فضحک رسول اللہ صلعم معاذ مااضحک یارسول اللہ قال انہا ختمت فتبارک اللہ احسن الخالقین ص ۷ جلد ۵۔

ہمارا مجمع فراہم ہوجایا کرے (یہ تجویز شاید آتش پرستون سے ماخوذ ہو) مگر ابھی تک کوئی رائے نہین قائم ہوئی تھی - کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ نے جو صحابی تھے خواب مین دیکھا کہ کسی نے یہ طریقہ اذان تعلیم کیا اور اسنے خدمت رسول اللہ مین آکر عرض کیا امام احمد بن حنبل معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہین کہ خواب دیکھنے والے معاذ بن جبل ہین انکا بیان ہے کہ مین نے خواب مین اور اگر کہون کہ وہ خواب نہ تھا تو سچ ہوگا دیکھا کہ ایک شخص کو جسپر دو سبز کپڑے پڑے ہین اور قبلہ رخ ہوکر دو دو مرتبہ اللہ اکبر کہا جسطرح اذان کہی جاتی ہے - اسپر حضرت نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے جاؤ بلال کو تعلیم کرو کہ اذان کہے کیونکہ اسکی آواز تجھسے زیادہ پاٹ دار ہے - کہا معاذ بن جبل نے کہ مین بلال کو سکھا رہا تھا اور وہ باآواز بلند کہتے جاتے تھے کہ حضرت عمر نے سن لیا جو اپنے گھر مین بیٹھے تھے وہان سے ردا کھینچتے ہوئے نکلے اور قسم کھاتے تھے کہ ہم نے بھی یہی خواب دیکھا ہے -

امام طبرانی نے اوسط مین نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے بھی بیان کیا کہ مین نے بھی خواب دیکھا ہے - اور امام غزالی وسیط مین لکھتے ہین کہ دس آدمیون سے زیادہ لوگون نے اسکا دعا کیا اور عبارت جبلی شرح تنبیہ مین یہ ہے کہ چودہ آدمی اسکے مدعی ہوئے تھے مگر ابن صلاح و امام نووی منکر ہین اور سیرہ مغلطائی مین یہ لکھا ہے کہ انصار سے سات آدمیون نے اسکا دعویٰ کیا تھا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سے صرف عبداللہ ابن زید کی روایت ثابت ہے اور قصہ حضرت عمر بعض طرق مین آیا ہے -

جس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی نئی بات نہین ہے - بلکہ حضرت عمر ایسی موقع پر کبھی چوکتے نہ تھے اور ایک دعوے کر دیا کرتے تھے -

مگر اڈیٹر صاحب کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صرف خواب ہی کے موقع پر یہ دعاوی کا ذبہ نہین ہوتے تھے بلکہ جس قرآن مین خداوند عالم یہ احتیاط کرتا کہ حضرت جبرئیل امین کے ساتھ ہزارون فرشتون بھی کرتا اور وہ حضرت کو یاد کراتے اور حضرت اسکو اسی تمام سے لکھواتے اُس مین بھی میان عمر دخیل ہوجاتے - سبحانک ھذا بہتان عظیم -

بہرحال اڈیٹر صاحب کی تحقیقات نے اسکو اچھی طرح ظاہر کر دیا کہ عمر صاحب نے بغیر اسکے کہ حضرت نے کہا ہو فتبارک اللہ احسن الخالقین کہدیا اور روایات سیوطی و نیشاپوری سے معلوم ہوا کہ بعد تکلم عمر یہ آیہ نازل ہوا۔ تو اب اس روایت ازالۃ الخفا کی تصدیق مین کیا عذر ہو سکتا ہے ان فی القران کلاما من کلام عمر ورایا من رایہ صفحہ ۱۶۵۔ یعنے قرآن مین عمر کا ایک کلام ہے اور انکی رایون سے ایک راے ہے۔

مگر معلوم نہین یہ بیان اس آیہ کے متعلق ہے یا دوسرے آیہ کے متعلق کیونکہ اگر اس کے متعلق مانا جاے تو اس فضیلت کا مستحق عبداللہ بن ابی سرح مرتد ہے جس نے سب سے پہلے اسکی تلاوت کی اور اسیوجہ سے مرتد ہوا۔ اور اگر کوئی دوسرا آیہ ہے تو اسکو بیان کرنا چاہیے اڈیٹر صاحب فرماتے ہین

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی منقولہ روایت مین یہ الفاظ ہین کہ حضرت عمر نے کہا وافقنی ربی فی اربع۔ یعنے میرے پروردگار نے چار موقعون پر میری موافقت فرمائی۔ اللہ تعالے کی طرف موافقت کی نسبت کرنا اپنے کو خدا کہنا۔ اور خدا کی تنقیص کرنا ہے۔ ورنہ کہنا چاہیے تھا۔ وافقت ربی یعنے مین نے اپنے رب کی موافقت کی۔

جواب یہ ہے کہ مؤلف کی وسعت نظر منقولات مین قابل تحسین ہے انکو خبر نہین کہ روایات مین۔ وافقنی ربی۔ وافقت ربی۔ دونون منقول ہین بلکہ بخاری کی ایک روایت مین وافقنی ربی۔ اور وافقت ربی شک کے ساتھ منقول ہے۔ پس یہ شک راویون کی طرف سے ہے۔ لہذا یہ فیصلہ کرنا ممکن نہین کہ حضرت عمر کے اصلی الفاظ کیا تھے۔ پس اگر بالفرض کفرض المحال اس لفظ مین سوء ادب یا کچھ خرابی ہے تو اسکا الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نہین ہو سکتا۔

الجواب مؤلف کی وسعت نظر پر اسوقت اعتراض کیجیے گا جب اپنی وسعت نظر پر رو لیجیے کیونکہ ھٰذا انزلت پر آپ خوب جھکے تھے جو تفسیر کبیر مین ہے حالانکہ درمنثور

اور تفسیر نیشاپوری مین اسکی تصریح موجود ہے کہ بعد تکلم عمر وہ آیہ نازل ہوا فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا - (۲) آپنے اثبات وسعت نظر کے لیے صحیح بخاری کا نام لیا ہے - مگر افسوس نہ صحیح بخاری کے صفحہ کا نشان دیا نہ فتح الباری کا - حالانکہ اب اسقدر ترقی کی ہے کہ میزان منشعب - نحومیر تک کا صفحہ دیتے ہین - پھر صحیح بخاری و فتح الباری کے صفحات کا حوالہ نہ دینا بجز اسکے کس غرض سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے مریدون کو مغالطہ دین -

دعوی عمر بموافقت خدا دربارہ مقام ابراہیم - اڈیٹر صاحب بخاری نے اس حدیث کو ایک جگہ نہین لکھا ہے بلکہ چار پانچ مقام پر لکھا ہے ملاحظہ ہو کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی القبلہ ص ۵۳ جلد اول

قال عمر وافقت ربی فی ثلث قلت یا رسول اللہ لو اتخذ من مقام ابراھیم مصلی فنزلت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وایۃ الحجاب قلت یا رسول اللہ لو امرت نساءک ان یحتجبن فانہ یکلمھن البر والفاجر فنزلت ایۃ الحجاب واجتمع نساء النبی فی الغیرۃ علیہ فقلت لھن عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمات فنزلت ھذہ الایۃ

دوسرے کتاب التفسیر سورہ بقر صفحہ ۶۴ جلد ۲ -

تیسرے تفسیر سورۂ احزاب - چوتھے تفسیر سورۂ تحریم مین - مگر ہر جگہ یہی مضمون ہے تین امر مین خدا نے ہم سے موافقت کی - کہین اس آیہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کا ذکر نہین ہے - پس اگر آپ قرآن پر نہین ایمان لاتے - صحیح بخاری ہی پر ایمان لاتے تو بھی اس دعوے سے دست بردار ہوتے کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین آیہ ساختہ عمر ہے مگر آپ تو عاشق حضرت عمر ہین اگرچہ قرآن ہاتھ سے جاے یا رسالت آنحضرت سے انکار لازم آئے حالانکہ تمام اصول مسلمہ اہلسنت سے ہے کہ جو حدیث مخالف صحیحین ہو وہ قابل قبول نہین مگر یہان اُس قاعدہ کی پابندی بھی نہین کیجاتی -

اڈیٹر صاحب نے اسکو تو سمجھا ہی نہو گا لہذا ہم سمجھاتے ہین کہ اس حدیث کے تسلیم مین
لازم آتا ہے کہ عین آیہ قرآنی لفظ عمر ہو جس سے حضرت پر اور نیز قرآن پر اعتراض لازم
آتا ہے بخلاف اُن روایات بخاری کے کہ اسمین عین آیہ کا کلام عمر ہونا نہین لازم آتا اس
لیئے ابن حجر نے شرح وافقت ربی فی ثلاث مین لکھا ہے ای وقایع والمعنی
وافقنی ربی فانزل القرآن علی وفق ما رایت صر ۲۵۱ جلد اول فتح الباری۔
یعنے یہ جو حدیث مین ہے کہ ہم نے خدا سے تین باتو مین موافقت کی ہے تو مراد اس سے
تین واقعہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا نے ہماری رائے سے موافقت کی اور نازل
کیا قرآن مطابق ہماری رائے کے۔

کہیئے اڈیٹر صاحب ابن حجر کو تو یہ تاویل کرنا پڑی کہ نزول قرآن مطابق رائے عمر ہوا
نہ یہ کہ انکے قول کے مطابق ہو۔ مگر آپ کو عظمت قرآن نے نہ سمجھایا کہ فتبارک
اللہ احسن الخالقین مین انکا عین قول عمر ہونا لازم آتا ہے۔

ابن حجر نے یہ تاویل تو کر دی مگر ہان اُنکو عبارت صحیح بخاری نہ سوجھائی دی کہ تیسرا
قول عمر تو وہی ہے جو بجنسہ قرآن مین ہے عسی ربہ ان طلقن ان یبدلہ
ازواجا خیرا منکن مسلمات ملاحظہ ہو سورۂ تحریم۔ پھر اس تاویل سے
ابن حجر کو کیا فائدہ ملا۔

حالانکہ خود صحیح بخاری مین اسکے بعد ہے فنزلت ہذہ الآیہ کہ پس یہ نازل ہوا
جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ حسب عقیدہ اہلسنت قرآن مجموعہ کلام خدا و کلام
عمر ہے اڈیٹر کو مبارکباد۔

سنیونکا اسلام بھی عجب اسلام ہے کہ قرآن کے اعجاز سے انکار کرین وہ مسلمان ہین۔
حضرت کی رسالت سے انکار کرین وہ مسلمان ہین۔ عمر کو درجہ رسالت نہ بلکہ خدائی تک
پہونچائین وہ مسلمان ہین۔

کیونکہ قرآن تو دعوے کرتا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا
بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین

کہ ایک سورہ ہی مثل اسکے بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا اپنے مددگاروں کو پکارو اگر سچے ہو۔ مگر اہلسنت کہتے ہین کہ عمر صاحب تو بے سوچے سمجھے ایک دو کیسا بہت سے سورے بنا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ابن حجر فرماتے ہین ولیس فی تخصیصہ العدد بالثلاث ما ینفی الزیادۃ علیہا لانہ حصلت لہ الموافقۃ فی اشیاء غیر ھذہ والثر ما وقفنا منہا بالتعیین علی خمسۃ عشر ص ۲۵۱ جلد اول

یعنے حدیث مین جو تین کا عدد ہے تو اس سے خاص تین ہی نہین مقصود ہے کیونکہ تین کے سوا بہت اشیاء مین موافقت ظاہر ہوئی۔ اور اکثر کی تعداد جسپر ہمکو وقوف ہوا پندرہ ہے۔

پس جبکہ اقل تعداد سورہ تین ہے تو اگر پندرہ آیتون مین عمر کی موافقت تسلیم کیجائے تو ۵ سورہ کی مصنفت عمر قرار پاتے ہین۔ اب قرآن کا دعوے کہان سچا رہا کہ ایک سورہ بنا لاؤ۔

خداوند کریم آنحضرت کی نسبت فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین الحاقہ۔

اگر پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لادے تو ہم اُنکا دہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اُنکی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر کوئی تم مین ہم کو اس سے روکنے والا نہوتا۔

مگر اہلسنت کہتے ہین کہ عمر صاحب ایک نہین بہت سے آیات بنا لیتے اور اُنکا کوئی روکنے والا نہوتا۔

اب اس سے بڑھکر کونسا درجہ باقی رہتا ہے جو عمر کو حاصل ہو کہ جس بات کی قدرت حضرت کو نہ تھی وہ عمر کو تھی اور ایسی کہ خدا بھی مجبور ہو کر اسکو قبول کرتا۔ کیونکہ ابن عمر صاحب کی روایت ہے ما نزل بالناس قط فقالوا فیہ وقال فیہ عمر الا نزل القرآن فیہ علی نحو ما قال عمر وھذا دال علی کثرۃ موافقتہ فتح الباری ص ۲۵۱

لیے جب اسی امر مین اختلاف ہوا اور لوگون نے بھی کہا عمر نے بھی کہا تو قرآن مطابق قول عمر نازل ہوا جس سے معلوم ہوا کہ خدا اکثر انکی موافقت کرتا تھا۔

اڈیٹر صاحب نے تو کہا تھا "ہان یہ کہنا چاہیے کہ آنحضرت کی صحبت شریف کی برکت سے حضرت عمر کے قلب کو ایسی قوت عنایت ہوئی تھی کہ وحی الٰہی کا انعکاس آپکے قلب مبارک پر ہوجاتا تھا"

مگر یہ روایتین اور اسکے قبل کی روایتین کہہ رہی ہین کہ عمر صاحب کے قلب کی قوت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ خود خداوند عالم انکے جذبات اور خیالات سے متاثر ہوکر وحی اسی رنگ کے مطابق نازل کرتا جو عمر صاحب کی راے ہوا کرتی۔ تو کیا اسپر بھی اہلسنت دعوے اسلام کرسکتے ہین کہ عمر کو درجہ خدائی پر پہونچاتے ہین۔

حقیقۃ الامر اب سنیے کہ عمر صاحب کا دعوی ہو یا بخاری کا اونکا افترا پر مبنی طور پر غلط ہے کہ موافقت ہوئی ہو۔ کیونکہ بہ اتفاق اہلسنت سورہ بقرہ جسمین یہ آیہ ہے ابتداے ورود مدینہ مین نازل ہوا کہ حکم دیا گیا قبلہ اپنا خانہ کعبہ کو قرار دو ۲ سنہ ہجری مین۔

تاریخ خمیس مین ہے وفی نصف شعبان ہذہ السنہ یوم الثلاثا وثما قالہ حبب الہاشمی حول القبلہ من بیت المقدس الی الکعبہ ص ۴۱۳ -

کہ بروز سہ شنبہ ۱۵ شعبان ۲ھ کو بیت المقدس سے قبلہ جانب کعبہ بدلا گیا۔

اسی ذیل مین وہ سب احکام ہین جو حج کے متعلق ہین اور حکم دیا گیا ہے کہ مقام ابراہیم مین نماز پڑھو۔

بہ اختلاف روایات بعد ورود مدینہ منورہ آنحضرت ۱۸ ماہ تک جانب بیت المقدس نماز پڑھا کیے مگر کسی روایت سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ عمر صاحب نے اسکی خواہش کی ہو بجاے بیت المقدس خانہ کعبہ کیطرف نماز ہوتی۔

اگرچہ ترتیب آیات مین فرق ہے کیونکہ حکم واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی مقدم ہے اور آیہ قد نری تقلب وجھک فی السماء جو تحویل قبلہ کے متعلق ہے بعد ہے مگر عقل سلیم حکم لگاتی ہے کہ ترتیب اصلی اسطرح نہوگی کیونکہ آیہ وللہ المشرق والمغرب

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - جو واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ بھی مقدم کے جواب میں یہود کے وارد ہوا ہے جو اسپر اعتراض کرتے تھے کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر کیوں خانہ کعبہ کو اختیار کیا ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۶۹۱ -

انہ لما حول القبلۃ عن بیت المقدس انکر الیہود ذلک فنزل الآیہ رداً علیہم

کہ جب قبلہ بدلا ہے تو یہود نے اعتراض کیا اُنکے جواب میں یہ آیہ نازل ہوا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ آیہ قد نریٰ تقلب وجہک نزولاً مقدم تھا اسی ذیل میں یہ حکم بھی تھا کہ جب خانہ کعبہ میں جاؤ تو وہاں مقام ابراہیم پر نماز پڑھو -

پھر کیونکر ممکن تھا کہ عمر صاحب اس وقت میں اسکی خواہش ظاہر کرتے کہ مقام ابراہیم پر نماز پڑھیے - جبکہ سرے سے اسی کی خواہش نہ کی کہ خانہ کعبہ کی طرف کاش نماز ہوتی - کیونکہ یہ تو کسیکی وہم و گمان میں بھی نہ تھا بجز رسول و مخصوصین آنحضرت کہ خانہ کعبہ ہمارا قبلہ ہوگا چہ جائیکہ یہ خیال ہو کہ اسلام کو اتنی قوت ملیگی کہ وہ مکہ کو فتح کرینگے اور ہم خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھینگے -

پس جب یہ احکام خلاف امیہ و خلاف وہم و قیاس نازل ہوئی اور تحویل قبلہ کیساتھ حکم دیا گیا کہ حج میں مقام ابراہیم میں نماز پڑھو - تو عمر صاحب کو کب اسکا خیال ہوتا کہ وہ رسول اللہ پر حکم جاری کرتے کہ آپ مقام ابراہیم کو مصلے بنائیے چنانچہ اسکی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے کہ تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے صفحہ ۱۱۹ جلد اول -

واخرج ابن ماجہ و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن جابر قال لما وقف رسول اللہ یوم فتح مکہ عند مقام ابراہیم قال لہ عمر یا رسول اللہ ھذا مقام ابراہیم الذی قال اللہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی قال نعم -

یعنے ابن ماجہ و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے جابر سے روایت کی ہے کہ بروز فتح مکہ جب حضرت مقام ابراہیم کے پاس آکر کھڑے ہوے تو عمر نے کہا یا حضرت یہی وہ مقام ابراہیم ہے جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے تو حضرت نے فرمایا ہاں -

اس روایت نے اچھی طرح بتا دیا کہ یہ آیہ پہلے نازل ہو چکا تھا جسپر عمر نے بروز فتح مکہ دریافت کیا کہ اسی کی نسبت خدا کا حکم ہے۔ تو اب عمر صاحب کا دعوی کہ خدا نے ہماری راے کی موافقت کی کسقدر غلط ہے کہ جو حکم سنہ ھ میں نازل ہو چکا تھا اسکو عمر صاحب سنہ ھ میں بعد فتح مکہ یاد کرتے ہیں اور اسپر مدعی موافقت خدا ہوتے ہیں سبحانک هذا بهتان عظیم۔

تفسیر طبری میں ہے صفحہ ۴۰۴ جلد اول۔

عن جابر قال استلم رسول الله الركن فرمل ثلاثا ومشى اربعا ثم تقدم الى مقام ابراهيم فقرء واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى فجعل المقام بينه وبين البيت فصلى ركعتين۔

یعنی حضرت نے رکن کو بوسہ دیا اور طواف کیا سات مرتبہ پھر آئے طرف مقام ابراہیم کے اور پڑھا آیہ واتخذوا کو پھر مقام ابراہیم کو درمیان اپنے اور درمیان خانہ کعبہ قرار دیکر دو رکعت نماز پڑھی۔

تو کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہاں میاں عمر کی راے کو بھی کسی قسم کی مداخلت ہو کیونکہ یہ حکم تو حضرت پر سنہ ھ میں نازل ہو چکا تھا اور سنہ ھ میں جب مکہ کو فتح کیا اسکی تعمیل فرما رہے ہیں پھر عمر نے کب راے دی اور کب خدا نے انکی موافقت کی۔

تفسیر ابو سعود میں ہے صفحہ ۱۱۷ برحاشیہ تفسیر کبیر جلد اول۔

روی جابر انه عم لما فرغ من طوافه عمد الى مقام ابراهيم فصلى خلفه ركعتين وقرء واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى۔

کہ حضرت نے بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی اور اسی آیہ واتخذوا کی تلاوت فرمائی۔ تو پھر فرمائیے وہ دعوے عمر کہاں گیا کہ خدا نے ہماری موافقت کی۔ کیا ان روایات کو دیکھکر کوئی شخص بھی کہسکتا ہے کہ یہ دعوے عمر کسیطرح صحیح ہو سکتا ہے کہ خدا نے ہماری موافقت کی۔

روایت تاخیر نزول آیت۔ اگرچہ یہ تقریر ایسی ہے کہ اسکے بعد پھر کسی شک و

و شبہ کی گنجائش نہین رہتی مگر علمائے اہلسنت کی اس ترکیب سے اور بھی یقین ہو جاتا ہے جو اُنھون نے اثبات صحت دعوے عمر کے لیئے برتا ہے کہ جھٹ روایت بنا دی کہ یہ آیہ بھی اسی روز نازل ہوا جس روز حضرت نے حج کیا ہے بعد فتح مکہ چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین صفحہ ۱۷۱، جلد اول -

ما روی انہ علیہ السلام اخذ بید عمر فمر بالمقام و معہ عمر فقال یا رسول اللّٰہ الیس ھذا مقام ابینا ابراھیم؟ قال بلی قال افلا نتخذہ مصلی قال لم اومر بذلک فلم تغب الشمس من یومھم حتی نزلت الایۃ -

کہ حضرت کا عمر کے ساتھ مقام ابراہیم پر گذر ہوا تو کہا یا رسول اللہ کیا یہ مقام ہمارے باپ ابراہیم کا نہین ہے حضرت نے فرمایا ہان ہے عمر نے کہا تو پھر ہم اسکو مصلے نہ بنالین حضرت نے فرمایا اسکا حکم ہمکو نہین ہوا ہے - ابھی آفتاب غروب نہوا تھا کہ اُسی روز یہ آیہ نازل ہوا -

اس روایت کو دیکھئے اور پھر ایمان اہلسنت کو دیکھیے کہ کیسا ایمان اُنکو ملا ہے کہ محض عمر کی خاطر داری مین ایک ایسی روایت لا رہے ہین جسکا امر ہے نہ سیر کہ یہ لفظ ادی لکھا جو دلیل مجہولیت ہے - اور اُس سے خدا پر یہ الزام قائم کر رہے ہین کہ عمر کی رائے کا تابع تھا - اور قرآن پر الگ الزام آرہا ہے کہ جو سورہ سنہ ۲ ھ مین نازل ہوا وہ آجتک حکم عمر کے لیئے ناتمام رہا کہ جب واتخذوا من مقام ابراھیم نازل ہوا تب وہ تمام کیا گیا -

سبحان اللہ فخر رازی تو بڑے فلسفی کہلاتے ہین تمام فلاسفہ کی ناک کاٹتے ہین بات بات مین بال کی کھال نکالتے ہین مگر عشق عمر مین ایسا حواس باختہ ہو جاتے ہین کہ یہ بھی اُنھین نہین معلوم ہوتا آخر یہ ٹکڑہ آیہ کا دوسرے کو نکر ہوا کیونکہ یہ تو ایک آیہ ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وعھدنا الی ابراھیم واسمعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگون کے لیئے جمع ہونے اور امن کی جگہ مقرر کیا اور

حکم دیا کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو اور ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ آیہ پورا اُسی روز اوترا جسکی کوئی سند نہیں یا صرف اسیقدر واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی تو اتنے روز دن تک یونہی تلاوت ہوتی رہی واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا وعھدنا الی ابراھیم واسمعیل الایہ۔

خدا لعنت کرے اُن واضعین روایت پر جو ایک عمر کے لیے کیسی کیسی قیامتیں برپا کرتے ہیں کہ نہ خدا کا خیال کرتے ہیں نہ رسول کا نہ قرآن کا اسکی فصاحت و بلاغت و نظم و تسلسل کا پھر تبائیے تو ایسے روایات پر آریہ اعتراض نہ کریں تو کیا کریں۔

کیونکہ اس مضمون کی بہت سی روایتیں بن گئی ہیں جو درمنثور و تفسیر کبیر و تفسیر ابو سعود وغیرہ سب میں موجود ہیں۔ مگر کسی کو اسکا خیال نہ ہوا کہ آخر جمع و توفیق کی کیا صورت ہے کیونکہ روایات سابقہ میں اسکی تصریح موجود ہے کہ حضرت نے عمر کو بتایا ہے اور خود نماز پڑھی ہے تو اب کیسا افترا ہے۔

اسپر بھی موافقت نہوئی کیونکہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں وقال الخطابی سال عمران یجعل ذلک الحجر الذی۔ فیہ اثر مقامہ مصلی بین یدی القبلہ یقدم الامام عندہ فنزلت الایہ صفحہ ۳۲ جلد اول۔

یعنے عمر نے یہ سوال کیا تھا کہ جس پتھر پر حضرت ابراہیم کے قدم نے اثر کیا تھا اُس کو قبلہ کے سامنے مصلے قرار دیں کہ امام وہاں کھڑا ہو۔ اسپر یہ آیہ نازل ہوا۔ مگر نہ حضرت نے اسکا حکم دیا نہ اسکا رواج ہوا پھر موافقت خدا کہاں ہوئی۔ اسیلیے ابن حجر کہتے ہیں

کان عمر اجتھد فی ان اختار ان یکون المصلی الی مقام ابراھیم الذی ھو فی وجہ الکعبۃ فاختار احدی جہات القبلۃ بالاجتھاد و حصلت موافقتہ علی ذلک فدل علی تصویب اجتھاد المجتھد اذا بذل وسعہ ولا یخفی ما فیہ۔

یہ قول ابن حجر دلا یخفی ما فیہ کہ نہیں پوشیدہ ہے جو کچھ اسمین ہے صاف انبارہا ہے کہ یہ تاویل کیسی لغو ہے کیونکہ نہ اسکی اجازت تھی نہ حکم تھا۔ بغیر اسکے کہ نزول آیہ بعد قول عمر ماننا پڑتا ہے جسکے بہیں جو محال ہے

اولیات الزام عمر پر یہانتک تو ابن حجر کی لن ترانی تھی کہ خدا نے تین امر وں مین عمر کی موافقت کی اب دوسری طرف سنیے کہ عینی لکھتے ہین۔

قال ابن الجوزی فان قیل ما السر فی ان عمر لم یقنع بما فی شرعنا حتی طلب الاستنان بملۃ ابراھیم وقد نہاہ عن مثل ھذہ حین اتی بالشیاء من التوراۃ۔ فالجواب ان عمر لما سمع قولہ تعالیٰ لابراھیم انی جاعلک للناس اماما ثم سمع ان اتبع ملۃ ابراھیم علم ان الاقتداء بہ مشروع فی شرعنا دون غیرہ ثم رای ان البیت مضاف الیہ وان اثر قدمیہ فی المقام کرقم اسم البانی فی البناء لیذکر بہ بعد موتہ فرای الصلوٰۃ عند البیت کقراءۃ الطائف بالبیت اسم من بناہ انتہی

شوق اتباع ملت ابراہیمی یعنے ابن الجوزی نے کہا کہ اسمین کیا حکمت ہے کہ عمر نے قناعت کی اس حکم پر جو ہماری شریعت مین جاری ہوا یہانتک کہ عمر اسکے طالب ہوئے کہ ملت ابراہیم پر چلین۔ حالانکہ حضرت نے عمر کو اس سے منع کیا تھا جبکہ وہ کچھ حصہ توریت کا لائے تھے۔

تو جواب یہ ہے کہ عمر چونکہ آیہ انی جاعلک للناس اماما سن چکے تھے۔ پھر اس آیہ کو سنا تھا ان اتبع ملۃ ابراھیم تو سمجھے کہ حضرت ابراہیم کی متابعت ہماری ملت مین بھی مشروع ہے پھر یہ دیکھا کہ خانہ کعبہ حضرت کیطرف منسوب ہے اور اثر قدم مقام مین بمنزلہ اسکے ہے کہ نام بانی کندہ کیا جائے مکان مین تاکہ بعد وفات بانی اسکا تذکرہ ہوتا رہے۔ لہٰذا عمر نے یہ خیال کیا کہ نماز پڑھنا اس مقام ابراہیم پر جہان حضرت کے قدم کا اثر نمایان تھا بمنزلہ اسکے ہے کہ طواف کرنیوالا حضرت کا نام پڑھ رہا ہے

یہ عبارت آپکو صاف بتا رہی ہے کہ علمائے اہلسنت کو بھی اسپر تنبہ ہوا ہے کہ اگر
یہ روایت تسلیم کیجائے کہ عمر نے اسکی خواہش کی تو لازم آتا ہے کہ عمر اس شریعت پر
قانع نہون اور اسکے خواہان ہون کہ ملت ابراہیمی کا رواج ہو حالانکہ آنحضرت اس
قسم کی خواہش سے اُنکو چند بار منع کر چکے تھے۔ پھر ایسی روایت کو کون عاقل
قبول کر سکتا ہے جس سے نہ صرف عظمت قرآن و جبروت و جلال حق سبحانہ و تعالے
اور رسالت آنحضرت مین فرق آتا ہے۔ بلکہ اسلام عمر سے بھی دست برداری لازم
آتی ہے کہ اسقدر تعلیم و ہدایت پر بھی محبت کفر انکے دلسے نہ گئی۔

رہا جواب جو دیا گیا ہے تو اُس سے بھی کمال عقل ان حضرات کا نمایان ہے
کیونکہ آیہ انی جاعلک للناس اماما۔ اس آیہ و اتخذوا من مقام ابرٰہیم
کے قبل ہے یعنے دونو آیہ گویا متصل ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ عمر کو پہلا آیہ تو
معلوم ہو جسپر اسکی خواہش کرین اور دوسرا آیہ جو اسکے بعد ہی متصلاً واقع ہے اس
سے ایسا بیخبر ہے کہ نزول کو چھ برس گذر گئے اور اُنکو خبر نہوئی۔

رہا یہ خیال کہ اثر قدم حضرت ابراہیم بمنزلہ اسکے تھا کہ بانی کا نام کندہ کیا جائے تو
اس بانی کا نام کندہ کیا جاتا ہے جو غیر معروف یا مجہول ہو کہ وہ اپنے بقائے نام کے
لیے نام کندہ کراتا ہے اور اسکی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ باقی رہے نہ وہ لوگ
جو ایسے مشاہیر عالم سے ہون۔ کہ اپنی نظیر نہ رکھیں
پھر جس شخص کی یادگار اتنے بڑے خانہ کعبہ سے نہ قائم ہوسکی یادگاری بھلا اثر قدم
سے کیا قائم رہ سکتی ہے اس سے بڑھکر کیا دلیل عقل مندی ہو سکتی ہے۔
افسوس تاویل کرنے کو تو کر دی مگر یہ نہ سمجھے کہ ایسی تاویل موجب مضحکہ عالم ہے
کیونکہ خانہ کعبہ کے رہتے ہوے جسمین ہزارون عجائب قدرت پروردگار ہین عمر کی
یہ خواہش کرنا کہ اثر قدم ابراہیمی کو قبلہ بنائین اُسی بت پرستی کا اثر ہے جو انکے
دل مین باقی تھا اور حضرت کی تعلیم و ہدایت نے اسپر کچھ اثر نہ کیا جسکی تائید
سے بھی ہوتی ہے کہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۸ مین ہے

وپیش از در آمدن امر فرمود بعمر بن الخطاب بمحو کردن صور انبیاء و ملائکہ کہ کفار در دیوار خانہ کعبہ کشیدہ بودند پس ہمہ را محو کرد عمر الا صورت ابراہیم و اسمعیل کہ نگاہ داشتہ بودند در دست ہر یک تیر قمار ان را نیز فرمودہ کہ محو کنند این قوم نمیدانستند کہ پیمبران ہرگز قمار نباختہ اند پس دلو آب طلبید بدست خود ان دو صورت را بشست

عمر کی مخالفت محو تصویر حضرت ابراہیم میں

اب دیکھیے کہ ابن الجوزی کیا یہاں بھی تاویل کرینگے کہ جبکہ خدا نے انی جاعلك للناس اماما فرمایا تھا اور ان اتبع ملۃ ابراہیم کا حکم دیا تھا اسلیے عمر صاحب نے اُن تصویروں کو نہ محو کیا جسکے محو کا حضرت نے بالخصوص حکم دیا تھا۔ اور آخر حضرت نے خود پانی منگا کر اُسکو مٹایا۔

اگر حضرات اہلسنت کچھ بھی غور کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہی محبت بت پرستی جو عمر کے دلمین راسخ تھی اسکی محرک ہوئی اور چاہا کہ اثر قدم حضرت ابراہیم کو قبلہ بنائیں ادہر اسی محبت نے اسپر مجبور کیا کہ حکم رسول کو سنا مگر تعمیل نہ کی اور حضرت ابراہیم کے بت کو نہ مٹایا۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے صفحہ ۹۸ جلد ۳۔

فقال یا عمر الم امرك ان لا تترك فیہا صورۃ قاتلہم اللہ حیث جعلوہ شیخا یستقسم بالازلام ما کان یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔

یعنے حضرت نے فرمایا اے عمر کیا ہم نے تجھے حکم نہین دیا تھا کہ کسی تصویر کو نہ رہنے دینا خدا انپر لعنت کرے کہ ان کفار نے حضرت ابراہیم کو شیخ قمار باز بنا دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی اُسکے بعد ہے۔ یعنی زان یقون عمر ترك مع صورۃ ابراہیم صورۃ اسمعیل و مریم والملائکۃ۔

کہ جائز ہے کہ عمر نے حضرت ابراہیم کے ساتھ صورت اسمعیل و مریم و ملائکہ کو بھی چھوڑ دیا ہو تو کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت کی تعلیم کا کچھ بھی اثر انپر ہوا تھا کہ وہان مقام ابراہیم کو قبلہ بنانا چاہا۔ یہان محو تصویر حضرت ابراہیم مین اسطرح اپنا کفر ظاہر کیا

جسپر حضرت نے اسطرح اپنی ناراضی ظاہر کی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ اُنھون نے حکم خدا سے کبھی موافقت کی نہ حکم خدا انکی راے کے موافق نازل ہوا۔ کیونکہ حکم اتخاذ مقام ابراہیم مصلے تو قبل اسکے نازل ہوچکا تھا اور جو عمر نے خواہش کی تھی کہ مقام ابراہیم کی طرف سب سجدہ کرین اُسکا حکم شریعت نے نہین دیا۔ پھر نہ معلوم دعوے موافقت کس بنیاد پر ہے۔

یہان چونکہ ذکر بت شکنی خانہ کعبہ آگیا ہے اسلیے ضرور ہے کہ اسکی حالت بھی ظاہر کردیجاے کہ آخر وہ بت خانہ کعبہ کے کیونکر گرائے گئے۔ مدارج النبوۃ مین ہے صفحہ ۳۵۶ جلد ۲۔

ودر بعضے از کتب سیر مذکور ست کہ بتے چند بزرگ در موضعے ملتبد نہادہ بودند کہ دست بانہا نمیرسید ودر بعضے روایات آمدہ کہ بت بزرگ ایشان بود کہ ہبل نام داشت علی مرتضی بعرض رسانید کہ یا رسول اللہ پاے مبارک را بر کتف من نہ واین اصنام را فرود آر آن سرور فرمود یا علی ترا طاقت بر داشت بار نبوت نیست تو پاے بر کتف من نہ واین کار بکن علی امتثالا للامر پاے بر کتف رسول نہاد وآنہا را فرود گرفت درین حالت از وے پرسید کہ خود را چگونہ یابی گفت یا رسول اللہ چنان می بینم کہ حجب مکشوف شدہ گویا سر من ساق عرش رسیدہ است وہر چہ دست دراز می کنم بدست من مے آید حضرت فرمود یا علی خوشا نصیب تو کہ کار حق میکنی وحبذا حال من کہ بار حق میکشم آوردہ اند کہ چون علی بتان را بر زمین انداخت وقطعہ قطعہ ساخت خود را از دوش آنحضرت بر زمین زد ودر روایتے کہ خود را از بر دیگر کعبہ بینداخت از جہت ادب وشفقت بر آنحضرت وچون بر زمین افتاد تبسمے نمود رسول از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد گفت کہ خود را از چنین جا افگندم اندا ختم وہیچ الم بمن نرسید آنحضرت فرمود چگونہ الم بتو رسد حال آنکہ برداشتند ترا محمد وفرود آرندہ تو جبرئیل است۔

کیا اب بھی اہلسنت سمجھ سکتے ہین کہ جناب امیرؑ اور عمر مین کیا فرق تھا کون افضل

رسول تھا کہ اسطرح اُن احکام کی تعمیل کرنا جو خاص آنحضرت سے متعلق تھا - اور کون ایسا سرکش و متمرد تھا کہ نہیں چاہتا بت پرستی ہو قوت ہو حکم صریح رسول پاتا ہے اور تصویر حضرت ابراہیم و اسمعیل کو نہیں مٹاتا -

اختلاف در مقام ابراہیم بہر حال چونکہ خداوند عالم کو ان لوگون کی نیت اور ارادہ سے خبر تھی اسلئے اُنمین ایسا اختلاف پیدا ہوا کہ ناظرین کتب کو نہین معلوم ہو سکتا مقام ابراہیم کس کا نام ہے - کیونکہ تفسیر کبیر مین ہے صفحہ ۱۸۰ -

المسئلۃ الثانیہ ذکروا قوالا فی ای مقام ابراھیم ای شئی ھو کہ اسمین کئی قول ہین مقام ابراہیم سے کیا مراد ہے ایک یہ کہ وہ پتھر مراد ہے جسپر زوجہ حضرت اسمعیل نے حضرت ابراہیم کا سر دھویا تھا اور از راہ اعجاز آپکے پیر کا نشان اُس پتھر پر نمایان ہوا یہ قول حسن - قتادہ ربیع بن انس سے ہے -

(۲) وہ پتھر مراد ہے جسپر چڑھ کر حضرت ابراہیم خانہ کعبہ بناتے اور حضرت اسمعیل پتھر اُٹھا کر دیتے جب بنیان خانہ کعبہ بلند ہوئی تو حضرت ابراہیم اُسپر کھڑے ہو کر بناتے وہ پتھر ابتک مقام ابراہیم مین محفوظ ہے مگر ایک حجرہ مین بند ہے کوئی دیکھنے نہین پاتا -

دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حرم خانہ کعبہ مقام ابراہیم ہے یہ قول مجاہد ہے -

تیسرا قول یہ ہے کہ عرفہ - مزدلفہ - جمار مراد ہے -

چوتھا قول یہ ہے کہ حج کل اُسکا مقام ابراہیم ہے - پھر یہ کیسی موافقت عمری ہے کہ جس مقام ابراہیم کا یہ زور و شور تھا کہ دعوے کرتے ہین کہ خدا نے ہماری موافقت کی وہ اسی جنجال مین پڑ گیا کہ معلوم ہی نہ ہو -

علیحدگی مقام ابراہیم اب اسکو بھی سمجھ لیجیے کہ حضرت عمر نے جو خیال اپنا ظاہر کیا تھا کہ مقام ابراہیم کیطرف نماز پڑھی جائے اُسکو آخر عمر تک نباہ دیا کیونکہ تفسیر در منثور مین ہے صفحہ ۱۲۰ جلد اول -

واخرج البیہقی فی سنتہ عن عائشہ ان المقام کان فی زمن رسول اللہ
وزمان ابی بکرؓ ملتصقا بالبیت ثم اخرہ عمر۔
یعنے بیہقی نے اپنے سنن مین سے عائشہ سے روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم عہد
رسول اللہ تک بلکہ زمانہ ابوبکر تک خانہ کعبہ سے ملصق تھا مگر عمر نے وہان سے پیچھے ہٹادیا
جس سے معلوم ہوا کہ چونکہ مقام ابراہیم پہلے متصل تھا خانہ کعبہ سے اسلیے آنکی آرزو
پوری نہوتی تھی کہ خاص مقام ابراہیم کیطرف نماز ہو۔ اسلیے خانہ کعبہ سے اُسکو جدا
کردیا کہ آپ لوگ اُسکو آگے کرکے نماز پڑھین۔
اب یارون کو اس واقعہ نے بیچین کیا کہ اس سے تو حضرت عمر پر بڑا الزام آتا ہے کہ
خانہ کعبہ بھی انکے دست تصرف سے نہ بچ سکا تو اس قسم کی روایتین بنانے لگے
اُسی در منثور مین ہے۔
عن مجاھد ان کان المقام لزق البیت فقال عمر بن الخطاب یا
رسول اللہ لو نحیتہ الی البیت لیصلی الیہ الناس ففعل رسول اللہ
فانزل اللہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی واخرج ابن ابی
داؤد وابن مردویہ عن مجاھد قال قال عمر یا رسول اللہ لو
صلینا خلف المقام فانزل اللہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی
فکان المقام عند البیت فحولہ رسول اللہ الی موضعہ ھذا قال
مجاھد وقد کان عمر یری الرای فینزل بہ القرآن ص ۱۱۹
یعنے مجاہد کی روایت ہے کہ مقام ابراہیم متصل تھا خانہ کعبہ سے تو عمر نے کہا حضرت
اگر کاش آپ مقام ابراہیم کو جدا کردیتے کہ لوگ اُدھر نماز پڑھا کرتے حضرت نے
ایسا ہی کیا تو آیہ واتخذوا نازل ہوا۔
ابن ابی داؤد وابن مردویہ لے روایت کی ہے کہ عمر نے حضرت سے کہا کاش
ہم لوگ خلف مقام ابراہیم نماز پڑھا کرتے پس آیہ واتخذوا من مقام ابراھیم نازل
ہوا۔ اُسکے قبل مقام ابراہیم خانہ کعبہ کے قریب تھا پس حضرتؐ نے اُسکو وہانسے ہٹادیا

اس جگہ جہان اب ہے کہا مجاہد نے کہ عمر کی راے کے مطابق قرآن نازل ہوا کرتا۔

انکشاف راز تو اب یہ راز بخوبی منکشف ہو گیا کہ عمر صاحب نے جو کہا تھا خدا کی راے سے تین امر مین ہمنے موافقت کی اُس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنے کا مقام ابراہیم کے پاس تو حکم پہلے ہی سے تھا۔ مگر وہ مقام متصل خانہ کعبہ تھا اس لیے ان کی تسکین نہین ہوتی تھی کہ خاص مقام ابراہیم کے پاس نماز ہوا کرے جب وہان سے ہٹا دیا اور ایک علحدہ جگہ پر قایم کیا تب جا کر انکی تسکین ہوئی کہ اب جو نماز پڑھے گا خاص کر مقام ابراہیم کی طرف کیونکہ پہلے بوجہ اتصال مقام ابراہیم و خانہ کعبہ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ نماز کدھر پڑھی جاتی ہے۔ تو اپنے اس ترکیب کو کہ مقام ابراہیم کو خانہ کعبہ سے علحدہ کر دیا وہ اس جملہ سے ظاہر کرتے ہین و ادھمت ربی کہ ہم نے خدا کی راے سے موافقت کی۔

شارحین بخاری اوسکی نسبت کہتے ہین کہ اصل مین تو خدا نے موافقت کی تھی مگر برعایت ادب عمر نے وافقت کہا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ مطلب عمر یہی ہے کہ خدا کے مطلب کو حضرت نہین سمجھے تھے بلکہ ہم سمجھے کہ مقام ابراہیم کو خانہ کعبہ سے علحدہ کر دیا۔

ابن حجر یہان بہت گھبراے ہین لہذا ازرقی سے باسانید صحیحہ یہ روایت نقل کی کہ جس جگہ اب مقام ابراہیم ہے وہین پر پہلے بھی تھا یعنے زمانہ آنحضرت اور زمانہ ابوبکر مین مگر اسقدر وہ بھی مانتے ہین کہ زمانہ عمر مین ایک سیل کی وجہ سے وہ مقام ابراہیم بہ گیا تھا جسکو لوگون نے اسفل مکہ مین پایا اور وہان سے لاکر استار خانہ کعبہ مین آویزان کیا جب عمر آئے ہین تو تحقیق کر کے پہلے مقام پر نصب کیا اور اوسکے گرد ایک مکان بنوا دیا جہان ابتک ہے صفحہ ۲۴۸۔

مگر جو لوگ اہل فہم ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ یہ سب ترکیبین کیون کی گئین محض بچانے عمر کہ خانہ کعبہ کو اونکے ظلم سے بچائین ورنہ اسکے تو کوئی معنی نہین کہ عمر صاحب اگر تحقیقات کرین۔ کیونکہ ایک دفعہ نہین صدہا مرتبہ وہ دیکھ چکے تہے کہ مقام

ابراہیم متصل خانہ کعبہ ہے۔ پھر اسمیں تنت کیسا اور یہ وقت کیسی۔ مگر آخر ابن حجر کو بھی جلد ۴ صفحہ ۱۱۰ میں اقرار کرنا پڑا کہ بیشک یہ فعل عمر ہے کہ مقام ابراہیم کو خانہ کعبہ سے علیحدہ کیا چنانچہ لکھتے ہیں وکان المقام من عہد ابراھیم لزق البیت الی ان اخرہ عمر الی المکان الذی ھو فیہ الان اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ بسند صحیح عن عطاء وغیرہ وعن مجاھد ایضا واخرج البیہقی عن عائشہ مثلہ بسند قوی ولفظہ ان المقام کان فی زمن النبی وفی زمن ابی بکر ملتصقا بالبیت ثم اخرہ عمر واخرج ابن مردویہ بسند ضعیف عن مجاھد ان النبی ھو الذی حولہ والاول اصح وقد اخرج ابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابن عیینہ قد کان المقام فی سقع البیت فی رسول اللہ فحول لعمر فجاء فذھب بہ فردہ عمر الیہ قال ابن سفیان لا ادری کان لاصقا بالبیت ام لا انتہی ولم ینکر الصحابہ فعل عمر ولا من جاء بعدھم فصار اجماعا وکان عمر رای ان ابقاءہ یلزم منہ التضییق علی الطائفین او علی المصلین فوضعہ فی مکان یرتفع بالحرج وتھیا لہ ذلک لانہ الذی کان اشار باتخاذ المصلی واول من عمل علیہ المقصورۃ الموجودۃ الان۔

یعنے مقام ابراہیم حضرت ابراہیم کے زمانہ سے متصل تھا خانہ کعبہ سے یہانتک کہ عمر نے اسکو وہاں سے ہٹا دیا جہاں اب ہے۔

اس روایت کو عبد الرزاق نے بسند صحیح عطا وغیرہ اور مجاہد سے نقل کیا ہے اور بیہقی نے بھی بسند قوی عائشہ سے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم زمانہ رسول اور زمانہ ابوبکر میں خانہ کعبہ سے ملحق تھا مگر عمر نے اسکو وہاں سے ہٹا دیا۔ ابن مردویہ نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ خود آنحضرت نے اسکو ہٹا دیا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ عمر نے ہٹایا ابن عیینہ سے بسند صحیح منقول ہے کہ مقام ابراہیم خانہ کعبہ کے

ایک گوشہ مین تھا عہد رسول مین عمر نے وہان سے ہٹا دیا جس کے بعد سیل آئی اور اُسکو بہا لیگئی۔ عمر نے لاکر پھر اُسکو نصب کیا۔ سفیان کہتے ہین ہم نہین جانتے وہ خانہ کعبہ سے ملصق تھا یا کیا۔ مگر صحابہ نے اس فعل عمر پر انکار نہین کیا نہ بعد صحابہ کے لوگون نے لہذا یہ اجماعی ہوگیا۔ اور عمر کی رائے مین اسکے وہان رہنے سے طواف اور نماز پڑھنے والون پر ضیق لازم آتا تھا اسلیے اُسکو ایسے مکان پر رکھا کہ یہ تکلیف دفع ہو اور یہ امر اُنکو اسلیے مہیا ہوا کہ اُنھون نے رائے دی تھی کہ اسکو مصلے بنائین اور سب سے پہلے جسنے وہان مقصورہ (حجرہ) بنایا وہ عمر ہین جو آجتک موجود ہے"

پہلے اس تحقیقات کو سابق تحقیقات سے ملائیے تو ابن حجر کی راست بازی ظاہر ہو کہ ازرقی سے باسانید صحیحہ لکھا تھا کہ اب بھی مقام ابراہیم وہین ہے جہان پہلے تھا وقد روی الازرقی باسنید صحیحہ ان المقام کان فی عہد النبی وابی بکر و عمر فی الموضع الذی فیہ الان صفحہ ۲۴۸ جلد اول۔

پھر آخر ان کی کون سی روایات صحیحہ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ وہ بھی روایات صحیحہ سے تھا اور یہ بھی روایات صحیحہ سے ہے۔

دوسرے اس تاویل پر غور فرمائیے کہ صحابہ نے قول عمر پر انکار نہین کیا حالانکہ ہزارون واقعات ہین جن سے صحابہ نے انکار نہین کیا قتل عمر ہو یا قتل عثمان یا احراق قرآن ہو یا احراق خانہ کعبہ تو کیا اس سے وہ فعل ناجائز جائز ہو جائیگا۔

تیسرے اسپر کہ عمر صاحب کی رائے مین تضییق لازم آتی تھی تو کیا اس سے خانہ کعبہ بھی اُبڑھا دیا جائیگا کیونکہ اُسمین بھی تو بے انتہا ضیق ہے یا مطاف (جائے طواف) بڑھا دیا جائیگا) جہان لاکھون حاجی آتے ہین اور جب تک ایک گروہ نکل نجائے دوسرے کو جگہ نہین ملتی۔

چوتھے جو لوگ حج کر چکے ہین وہ جانتے ہین کہ مقام ابراہیم اور خانہ کعبہ مین کسقدر فرق ہوگیا ہے دس بارہ ہاتھ سے کم کا فرق نہوگا تو اس سے اور ضیق بڑھ گیا یا کم ہوگیا حالانکہ وہ دو تین ہاتھ سے زیادہ کا پتھر نہین ہے اگر وہ متصل خانہ کعبہ رہتا جیساکہ

پہلے تھا تو ہرگز کسی طرح کی تنگی لازم نہ آتی کیونکہ جو لوگ حج کر چکے ہین وہ جانتے ہین
نہ دیوار خانہ کعبہ سے ملکر کوئی طواف کرتا ہے نہ اُس سے ملکر نماز پڑھتا ہے۔ ملکہ دو چار
ہاتھ کے فصل سے طواف بھی ہوتا ہے نماز بھی۔ پس اگر اپنے اصلی مقام پر رہتا تو
جسطرح عہد رسول یا زمانہ ابوبکر مین کوئی ضیق نہ تھا اب بھی نہوتا۔ مگر وہ مطلب عمر
نہ پورا ہوتا جسکے لیے یہ سب کیا جسکو آخر مین ابن حجر لکھتے ہین کہ انھین نے مشورہ
دیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلے بنائین حالانکہ یہ اسکے قائل نہین ہین کہ عمر کے مشورہ
دینے پر آیہ مذکورہ نازل ہوا ہے مگر آخر مذہبی اثر غالب ہی آگیا اور کہدیا کہ انھون
نے مشورہ دیا تھا حالانکہ قرآن موجود ہے جو کہ رہا ہے فتح مکہ کے چھ برس قبل
یہ حکم نازل ہو چکا تھا۔

مگر ہاے اس ظلم پر بھی آرزو عمر صاحب کی پوری نہوئی کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین
واتخذوا بنا بر قرارت جرا ہے والامر دال علی الوجوب لکن انعقد
الاجماع علی جواز الصلوۃ الی جمیع جہات الکعبۃ فدل علی عدم التخصیص
اور امر سے وجوب سمجھا جاتا ہے مگر اجماع اسپر منعقد ہے کہ خانہ کعبہ کے ہر جہت مین
نماز پڑھ سکتے ہین۔ پس یہ آیہ تخصیص پر دلالت کرتا ہے۔ تو عمر نے جو چاہا تھا خاص
مقام ابراہیم کی طرف سجدہ ہوا کرے وہ نہ پورا ہوا تو بہر طور دعوے موافقت غلط ہوا
اس تحریر نے آپ کو بتا دیا کہ اہلسنت کے نزدیک قرآن کی کیا عظمت ہی کہ محض
اس غرض سے کہ قول عمر کی صحت ثابت ہو انھون نے ہر طرح کا افترا قرآن پر خدا پر
رسول پر جائز رکھا اور یہ روایت بنائی کہ مطابق راے عمر قرآن نازل ہوا حالانکہ
انکا مطلب یہ تھا کہ ہمنے خدا کی موافقت مین مقام ابراہیم کو خانہ کعبہ سے علحدہ کردیا جو
پہلے ملصق تھا۔ اپنی نافہمی سے یا اس غرض سے کہ عمر صاحب کی اس ظلم کو مخفی کرین
اس قسم کی روایتین بنائین۔ اور یہ نہ سمجھے کہ وہان اگر ایک ظلم تھا کہ مقام ابراہیم
کو خانہ کعبہ سے علحدہ کر دیا تو یہان بے حساب مظالم ہو جاتے ہین۔ خدا کی خدائی ہین
بٹہ پڑتا ہے۔ قرآن کی عظمت جاتی ہے۔ رسول اللہ کی رسالت سے انکار لازم

آتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا آیہ حجاب

اب دوسرا آیہ لیجیے یعنے آیہ حجاب کہ عمر نے اسکا دعوی کیا ہے
ہنے حضرت کو حکم دیا تھا کہ آپ اپنے ازواج کو پردہ کا حکم دیجیے
ابن حجر کہتے ہین وسیاتی الکلام علی مسئلۃ الحجاب فی تفسیر سورۃ الاحزاب
صفحہ ۲۵۱ کہ اسکی تحقیقات تفسیر سورہ احزاب مین آئیگی۔
مگر وہان جاکر معلوم ہوا کہ بخاری نے صرف اسقدر لکھا ہے عن انس قال قال
عمر قلت رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر فلو امرت امہات المومنین
بالحجاب فانزل اللہ ایہ الحجاب صفحہ ۳۰۲ جلد ۴ فتح الباری۔
یعنے عمر نے حضرت سے کہا کہ آپ کی خدمت مین نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے
ہین تو اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا۔ اسپر آیہ حجاب نازل ہوا
اسپر ابن حجر لکھتے ہین وھو طرف من حدیث اولہ وافقت ربی فی ثلاث
وقد تقدم بتمامہ فی اوائل الصلوۃ وفی تفسیر البقرہ۔
پس یہ حدیث اُسی حدیث کا ایک ٹکڑہ ہے جسمین عمر نے کہا تھا ہم نے موافقت
کی خدا سے تین امرون مین اور پوری حدیث اوائل کتاب الصلوۃ و تفسیر سورہ بقر
مین گذر چکی۔
جس سے معلوم ہوا کہ یہان کچھ مزید تحقیقات نہین کی گئی ہے۔ مگر افسوس معلوم
اسپر عمر صاحب نے کیونکر دعوے موافقت کیا کیونکہ خود صحیح بخاری مین اسکے بعد
چار طریق سے اس مضمون کی حدیث لکھی ہے۔ کہ جب حضرت نے زینب بنت جحش
سے عقد کیا ہے اور لوگ ولیمہ کھانے آئے ہین اور دیر تک بیٹھے رہے ہین جس سے
حضرت کو اذیت پہونچی تو اُسوقت آیہ حجاب نازل ہوا یا ایہا الذین امنوا
لا تدخلوا بیوت النبی
تو اب اہلسنت ہی بتائین کہ کون سے حدیث صحیح ہے کیونکہ روایت عمر مین ہے
کہ ہم نے جب کہا کہ یا حضرت آپکی خدمت مین ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہین۔

تو اُسوقت آیہ یہ نازل ہوا اور ان روایتون مین بھی ہی کہ اس واقعہ کے بعد آیہ نازل ہوا
تو اب بتاہیے آخر کونسی حدیث صحیح ہے۔

تیسری وجہ فتح الباری مین یہ لکھی ہی کہ حضرت عائشہ کے ساتھ ایک قصعہ مین خرمے کا حلوا
کھا رہے تھے کہ عمر کا اودھر سے گذر ہوا حضرت نے انکو بھی بلایا اور کھانے لگے کھانے مین
عمر کی انگلی۔ عائشہ کی انگلی سے لڑ گئی جسپر عمر نے کہا اوہ اگر ہماری اطاعت کیجاتی تمکو انکے
بارہ مین تو کوئی آنکھ بھی تمکو نہ دیکھتی۔ پس آیہ حجاب نازل ہوا۔

ابن حجر یہ تاویل کرتے ہین کہ عمر کے دل مین اس سے نفرت ہو گئی تھی کہ غیر لوگ حضرت کے ازواج
کو دیکھین جس سے وہ برابر تاکید کرتے رہے۔ یہانتک کہ آیہ حجاب نازل ہوا اُسکے بعد عمر نے
چاہا کہ وہ لوگ گھر سے باہر نہ نکلا کرین۔ مگر خدا نے اسکی اجازت نہ دی واذن لہن فی الخروج
لحاجتھن دفعا للمشقۃ ورفعا للحرج صفحہ ۳۰۴۔

اور اذن دیا کہ وہ نکلا کرین اپنی حاجت کیلیے تاکہ مشقت نہ لازم آئے اور حرج نہو پھر تعجب ہی کہ جس
امر مین صریح مخالفت کیگئی عمر کی راے کی اُسکو بھی عمر صاحب کی فضیلت مین بیان کرتے ہین
غرض دعوی عمر یہان بھی غلط ہوا کیونکہ روایات صحیح بخاری اور تمامی کتب احادیث و تفاسیر
اہلسنت پکار کر کہتے ہین کہ نزول آیہ حجاب حضرت زینب بنت جحش کے عقد مین ہوا جنسے حضرت نے
بعد طلاق حضرت زید عقد کیا تھا اور صحابہ دیر تک حضرت کے پاس بیٹھے رہے کہ چند مرتبہ
آپ اُٹھے اور وہ بیٹھے ہی رہے جب سب چلے گئے اور حضرت تشریف لائے اور پردہ
چھوڑ دیا تھا نزلت آیہ الحجاب۔

طرہ تو یہ ہے کہ انس بن مالک صحابی دونون قصون کے راوی ہین کہ عمر نے حضرت سے
کہا ازواج کو پردہ کا حکم دیجیے جسپر آیہ حجاب نازل ہوا۔ پھر یہ روایت بھی انھین سے ہے
کہ عقد حضرت زینب کے بعد یہ آیہ نازل ہو جسپر وہ کہا کرتے انا اعلم الناس بشان
الحجاب۔ انا اعلم الناس بھذہ الایہ ایہ الحجاب۔ یہ سب روایتین بھی صحیح بخاری
ہی کی ہین۔ پھر نہ معلوم کہ اہلسنت کو اسمین کیا مزہ ملتا ہے کہ عمر صاحب کے اظہار فضیلت
کیلیے نخواہی قرآن کی تنقیص کیجائے کہ قرآن انکی راے کے مطابق نازل ہوتا تھا

حالانکہ اگر انہیں کچھ بھی دینداری کا مادہ ہوتا تو اس حدیث پر غور کرتے جو فتح الباری میں ہے
صفحہ ۳۰۲ جلد ۸ عن انس فلما ارخی الستر دونی ذکرت ذلک لابی طلحہ فقال
ان کان کما تقول لینزلن فیہ قرآن فنزلت آیۃ الحجاب۔

کہ جب انس نے ابو طلحہ انصاری سے اس واقعہ کو بیان کیا کہ لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد
پردہ چھوڑ دیا گیا تو ابو طلحہ نے کہا اگر ایسا ہے تو سمجھ رکھو ضرور اس بارہ میں قرآن نازل ہوگا
اس کے بعد آیہ حجاب نازل ہوا۔

پس اگر عمر صاحب کی نسبت بھی اسقدر دعویٰ کیا جاتا کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اس بارے میں
ضرور قرآن نازل ہوگا تو ایک بات تھی۔ مگر یہاں تو یہ زبردستی ہے کہ نزول ہو دوسرے
واقعہ میں اور عمر دعویٰ کر بیٹھیں کہ ہمارے کہنے پر قرآن نازل ہوا اس زبردستی کا کیا علاج ہے۔

اب عجب تر یہ بات سنیئے کہ درمنثور سیوطی میں ہے کہ یہ واقعہ نزول آیہ حجاب کا خانہ حضرت ام سلمہ میں ہوا عن قتادہ قال
کان هذا فی بیت ام سلمہ اکلوا ثم اطالوا الحدیث فجعل النبی یخرج ویدخل
ویستحیی منہم واللہ لا یستحیی من الحق ص ۲۱۳ جلد ۵۔

یعنی یہ واقعہ حضرت ام سلمہ کے گھر کا ہے کہ لوگوں نے کھایا اور دیر تک بیٹھے رہے
جس سے حضرت چند مرتبہ باہر تشریف لائے اور پھر اندر آئے اسوقت آیہ نازل ہوا۔

پھر عجب ہے ایمان اہلسنت پر کہ اسقدر اختلاف اپنے روایات میں پاتے ہیں اور پھر بھی
قرآن کی عظمت کو خاک میں ملانے کے لیے اسکا دعوے کرتے ہیں کہ عمر کی رائے پر
قرآن نازل ہوتا ہے۔ ہاں چونکہ یہاں ذکر سورۂ احزاب کا آگیا ہے لہذا اس آیہ حجاب کے قبل
جو آیہ لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج آیا ہے اس کی
تفسیر میں سیوطی لکھتے ہیں کہ عیینہ بن حصین فزاری خدمت رسول میں حاضر ہوا تو پوچھا
یہ حمیرا کون ہے حضرت نے فرمایا یہ عائشہ ام المومنین ہے تو عیینہ نے کہا کیا اس سے
زیادہ خوبصورت عورت سے آپ نہ بدلیں گے حضرت نے فرمایا خدا نے اسکو حرام
کیا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو عائشہ نے پوچھا یہ کون تھا تو حضرت نے فرمایا یہ مرد احمق ہے

مگر اپنی قوم کا سردار ہے صفحہ ۱۲۲ جلد ۵ -

اگر حضرات اہلسنت اس موقع پر عمر صاحب کی رائے کا جوڑ لگاتے تو ایک بات تھی مگر وہ تو ایسا بیجوڑ قافیہ افترا لگیا ہے جسکی حد نہیں -

بعد آیہ حجاب دما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ہے کہ تمکو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور اُنکے ازواج سے بعد انکے نکاح کرو اسکی شان نزول مین لکھا ہے کہ طلحہ نے کہا حضرت ہمکو ہمارے بنات عم سے (چچازاد بہنوں سے) چھپاتے ہین اور ہملوگ مرجاتے ہین تو ہماری عورتوں سے نکاح کرتے ہین اگر حضرت نے انتقال کیا تو ہم بھی آپکے ازواج سے عقد کرینگے - دوسری روایت مین ہے کہ اگر حضرت نے انتقال کیا تو ہم عائشہ سے نکاح کرینگے اسپر یہ آیہ نازل ہوا صفحہ ۱۲۴ تو کیا اہلسنت ایسے ہی اصحاب پر نازان ہین جنکے یہ خیالات تھے اور خداوند عالم برابر انکی تکذیب افرماتا رہا - کیا یہ لوگ دعوے کر سکتے ہین کہ قرآن ہماری رائے پر نازل ہوتا تھا - لاحول ولا قوۃ الا باللہ -

تیسرا آیہ تخییر اور عمر کا دعویٰ رہا تیسرا آیہ کہ عمر کہتے تھے ہم سے خدا نے موافقت کی آیہ عسیٰ ربہ ان طلقکن مین تو یہ آیہ سورہ تحریم مین واقع ہے - اسکی نسبت عمر صاحب کا دعویٰ ہے کہ بلفظہٖ یہی آیہ نازل ہوا جو محال ہے جیسا کہ سابقا ہم لکھ چکے ہین اصل واقعہ مین ہمکو نہ عذر ہے نہ اعتراض کیونکہ ازواج نبی کی شرارت اور شورپشتی اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ خدا کی پناہ اور وجہ اسکی یہی تھی کہ عائشہ کے باپ ابوبکر اور حفصہ کے باپ عمر دربار رسالت مین حاضر تھے لہذا اگر انکی کوئی تنبیہ کرسکتا تھا تو یہی دونو بزرگوار - اب خداوند عالم کی عتاب کو اپنی موافقت مین بتانا انکا کام ہے -

خیال تھا کہ ابن حجر اسکی شرح مین کچھ زیادہ تحقیقات سے کام لینگے مگر صفحہ ۲۰۳ جلد ۳ مین حضرت اسیقدر لکھکر رہگئے کہ اسکی تحقیقات پہلے مذکور ہو چکی ہے - اور کچھ کتاب النکاح میں آئیگی مگر خود صحیح بخاری مین چند روایتین اس مقام پر ایسی لکھی ہین کہ اہلسنت اگر ان پر غور کرینگے تو یقیناً ٹکٹکی باندھ کر دیکھینگے اور اسی تحریر النقوش کی محبت سے علحدہ ہو جائینگے - مگر ہائے یہ مذہب تو دنیا پرست واقع ہوا ہے کب خلفا کی محبت سے علحدہ ہو سکتا ہے -

پہلی حدیث عائشہ کا بیان ہی کہ رسول اللہ اپنی زوجہ محترمہ زینب بنت جحش کے یہان شہد کا شربت پیا کرتے تھے اس سے کچھ وہان آپکو توقف زیادہ ہوجاتا - تو ہمنے اور حفصہ نے باخود باہم یہ معاہدہ کیا کہ جب حضرت آئین تو ہملوگ کہین آپکے دہن اطہر سے بوے مغافیر آرہی ہی (جو ایک قسم کی بدبو چیز ہے) جب حضرت حفصہ اور عائشہ کے یہان آئے تو دونو دونون نے کہا کہ آپکے منھ سے بوی مغافیر آرہی ہی (حضرت کو بدبو چیز سے نہایت نفرت تھی حضرت نے فرمایا ہمنے تو زینب بنت جحش کے یہان شہد کا شربت پیا ہی اب ایسا نہ کرینگے مگر کسی سے اسکو بیان نکرنا اس حدیث سے آپکو دروغ گوئی - سازش - مکاری - سب کا پتہ ملجائیگا حضرت اتنے قصور پر کہ شربت پینے کے لئے حضرت کچھ زیادہ دیر تک وہان ٹھہر جاتے تھے تو اسپر یہ فساد ہوا - اس قسم کی دروغ گوئی کی - تو بھلا خلافت کے لیے ان لوگون نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا اور کون کہ سکتا ہے کہ انھون نے کسی قسم کی دروغ گوئی افترا پردازی مین کسر لگائی ہوگی کیونکہ یہان تو حضرت موجود تھے اور معلوم تھا بذریعہ وحی ہر قسم کی خبر آپکو ملتی ہے - بخلاف اُس زمانہ کے جب دنیا حضرت سے خالی تھی اور ہر طرح کے کذب و افترا کا میدان وسیع انکے ہاتھ مین تھا -

ابن حجر کہتے ہین کہ اسمین اختلاف ہی یہ سورہ تحریم کیون نازل ہوا - اور حضرت نے کس چیز کو حرام کیا تھا حدیث عائشہ تو یہی ہی کہ حضرت نے زینب کے یہان شہد کا شربت نوش کیا تھا اور اسکو حرام کیا جسپر خدا نے عتاب کیا کہ تم کیون حرام کرتے ہو اُس چیز کو جسے خدا نے تیرے لیے حلال کیا ہے -

مگر حدیث حفصہ یہ ہے کہ حضرت کی ایک لونڈی تھی جسکا نام ماریہ قبطیہ تھا جس سے حضرت ابراہیم فرزند رسول پیدا ہوئے اُسکے بارمین عائشہ و حفصہ کا اصرار تھا کہ آپ اُس سے تعلق نرکھیے - آخر حضرت نے انکے اصرار سے اُس مخدومہ کو اپنے پر حرام کیا جسپر یہ سورہ تحریم نازل ہوا دوسری روایت مین یہ واقعہ اسطرح بیان کیا گیا ہی کہ حفصہ اپنے حجرہ سے کہین باہر گئی تھین حضرت نے ماریہ قبطیہ کو بلاکر صحبت کی ذرا تنے مین بلاے ناگہانی کی طرح حفصہ آگئین و رونا دھونا شروع کیا جسپر حضرت نے انکے خوش کرنے کو کہا کہ اب سے ماریہ قبطیہ کو

مین نے اپنے نفس پر حرام کیا - مگر کسی کو خبر نہ کرنا جب تک حفصہ نے عائشہ کو اسکی خبر
نہ دی حضرت نے اُنسے تعلق نہ کیا اُسپر یہ سورہ نازل ہوا"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت پر ان لوگونکا کیسا جبر و تشدد تھا کہ اسکی بھی روادار نہ تھین
کہ کسی دوسری زوجہ کے یہان آپ شہد بھی کھا سکین نہ اسکی روادار تھین کہ دوسرے ازواج
سے تعلق کرین -

اسکے ساتھ ایسا ایمان تھا کہ حضرت نے بطور رازداری جو حکم فرمایا تھے کہ اس واقعہ کی خبر
دوسرے کو نہ دینا تو اسطرح وہ راز فاش کیا جاتا تو کیا ایسے لوگ مومن کہے جا سکتے ہین اور
انسے کس امر پر تعجب ہو سکتا ہے -

دوسری حدیث ابن عباس سے ہے کہ سال بھر ہم اس خیال مین رہے کہ عمر سے ایک آیہ
پوچھین مگر اُنکی ہیبت سے اسکی جرأت نہوئی یہانتک کہ وہ حج کو گئے اور ہم بھی ساتھ تھے
جب واپس آئے تو ایک مقام پر وہ رفع حاجت کے لیئے گئے ہم بھی ساتھ تھے جب وہانسے
آگے اور چلے تو ہمنے پوچھا یا امیر المومنین وہ دونون عورتین کون تھین جنھون نے حضرت
پر سازش کی تھی تو عمر نے کہا وہ حفصہ اور عائشہ ہین - ہم نے کہا اے امیر المومنین ہم سال بھر
سے اس فکر مین تھے کہ اسکو آپسے دریافت کرین - مگر مارے خوف کے جرأت نہوتی تھی
عمر نے کہا ایسا نہ کیا کرو جس امر مین تمکو گمان ہو کہ ہمکو اُسکا علم ہے تو ضرور پوچھ لیا کرو اگر علم
ہوگا تو بتا دیا کرینگے - پھر عمر نے کہا کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت مین عورتونکو کچھ چیز نہین سمجھتے تھے
یہانتک کہ خدا نے جو کچھ چاہا اُنکے بارہ مین نازل کیا اور جو کچھ چاہا اُنکی قسمت مقرر کی - ایک
روز ہم لوگ کسی امر مین مشورہ کر رہے تھے کہ ہماری زوجہ نے کہا کاش ایسا کرتے -
ہم نے کہا تجھے ان اُمور مین کیا مداخلت ہے - زوجہ نے کہا اے پسر خطاب تعجب ہے کہ
تجھے ہماری اتنی مداخلت ناگوار ہے حالانکہ تیری لڑکی تو اسقدر تکرار کرتی ہے حتی کہ پیغمبر
بوجہ غضبان کے دن دن بھر حضرت کو رنج و غصہ مین گذر جاتا ہے - یہ سنکر عمر اوٹھ
کھڑے ہوئے اور ردا اوڑھ کر حفصہ کے پاس گئے اور جا کر کہا تو اسقدر حضرت سے تکرار
کرتی ہے کہ دن بھر حضرت کو غصہ مین گذر جاتا ہے - حفصہ نے کہا ہان واللہ ہم تو تکرار

کرتے ہیں عمر نے کہا ہم تجھے غضب خدا اور غضب رسول سے خوف دلاتے ہیں یا بنیہ
لا یغرنک ھذہ التی اعجبہا حسنہا حب رسول اللہ ایاہا یرید عائشہ۔
اے لڑکی تجھے یہ عورت نہ دھوکا دے جسکے حسن نے اُسکو مغرور کیا ہے کہ رسول اللہ
اُس پر عاشق ہیں مراد اس سے عائشہ ہے۔ عمر کہتے ہیں اسکے بعد ہم ام سلمہ کے پاس
گئے بوجہ قرابت کے جو اُنسے تھی۔ فقالت ام سلمہ عجبا لک یا ابن الخطاب دخلت
فی کل شی حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ وازواجہ فاخذتنی واللہ
اخذا کسرتنی عن بعض ما کنت اجد۔
ام سلمہ نے کہا اے پسر خطاب تعجب ہے تجھ سے کہ تو نے ہر امر میں دخل پیدا کیا یہانتک
کہ اب رسول خدا اور اُنکے ازواج میں بھی امر خلت کرنا چاہتا عمر کہتے ہیں ام سلمہ نے ایسی گرفت
کی کہ بعض اُن باتوں سے جنکا ہم ارادہ کرتے تھے اُس سے باز رکھا۔
عمر کہتے ہیں کہ ہم ام سلمہ کے پاس سے نکل کر آئے تو ہمارا وہ انصاری دوست دفی اللہ
کرنے لگا جو ہمکو ان باتوں سے خبر کرتا جس سے ہم غائب رہتے اور ہم اُسکو ان باتوں سے
خبر کرتے جو وہ غائب رہتے اور ہم لوگ غسان کے ایک بادشاہ کا خوف رکھتے تھے جس سے
ہم لوگوں کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ ہم نے نکلکر اُس سے پوچھا کہ کیا وہ بادشاہ غسانی آیا اُس
دوست نے کہا اُس سے بھی بڑھکر کیونکہ حضرت نے اپنے ازواج سے کنارہ کشی کر لی ہے
جسنے کہا عائشہ حفصہ کی ناک مد گرنے کو۔ یہ کہکر ہمنے کپڑہ پہنا اور خدمت رسول میں حاضر
ہوئے دیکھا کہ آپ ایک بالاخانہ پر ہیں اور غلام زینہ پر کھڑا ہے۔ ہم نے کہا کہ جا کر عمر
ابن الخطاب حاضر ہے۔ حضرت نے اجازت دی۔ عمر کہتے ہیں کہ ہم نے جا کر اس پورے
واقعہ کو بیان کیا جب ام سلمہ کا قول بیان کیا تو حضرت نے تبسم کیا۔ اُسوقت حضرت
ایک حصیر پر لیٹے ہوئے تھے جسکا نشان آپکے جسم پر پڑ گیا تھا۔ ہم یہ دیکھکر رونے
لگے حضرت نے پوچھا کیوں روتا ہے ہم نے کہا یا حضرت کسرے اور قیصر تو اس آرام
سے ہیں اور آپ رسول خدا ہو کر اس حال میں تو حضرت نے فرمایا کیا تو اسپر نہیں
راضی ہے کہ اُنکے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت صفحہ ۳۴۲ فتح الباری جلد ۸۔

اس حدیث پر نہ کسی حاشیہ کی ضرورت ہے نہ شرح کی لفظ لفظ اس کا اپنے مطلب کو واضح
کر رہا ہے۔ خصوصاً حضرت ام سلمہ کا یہ فقرہ عجباً لک یا ابن الخطاب دخلت فی کل
شی حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ و ازواجہ تعجب ہے اے پسر خطاب
کہ تو نے ہر چیز میں مداخلت کی یہانتک کہ اب چاہتا ہے رسول اور اُن کے اہل حرم
میں بھی مداخلت کرے۔

یہ وہ فقرہ ہے کہ حضرت باوصفیکہ کمال حزن و غم میں مبتلا تھے۔ مگر سنکر اسپر ہنس پڑے
اب اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔
مگر دیکھنا ہے کہ عمر نے یہاں اپنی بیٹی کو کس لفظوں میں سمجھایا ہے کہ عقوبت خدا اور غضب
رسول سے خوف دلایا نہ یہ کہا کہ طلاق دیدینگے نہ یہ کہا کہ نکال دینگے۔ پھر جو آیہ عسیٰ ربہ ان
طلقکن نازل ہوا تو کس دلیری سے اسکا دعوے کر لیا کہ خدا نے ہماری رائے سے
موافقت کی۔ حالانکہ یہ وہ بات تھی کہ جو سنتا اور جانتا وہ یہی کہتا کہ ان عورتوں نے
آزار دق کیا ہے کہ حضرت طلاق دیدیں تو خدا اسکے بدلہ میں اُنسے بہتر عورتیں عطا کریگا۔
تیسری حدیث وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی اُسکی بیان عائشہ کہا چوتھی حدیث وہی ہے
کہ بظاہر اُسے مراد عائشہ اور حفصہ ہیں۔
پانچوین حدیث نے ظہیر کے معنے بیان کیے ہیں کہ مراد اس سے مددگار ہے۔
چھٹی حدیث پھر وہی کہ ابن عباس نے عمر سے پوچھا اور اُنھوں نے کہا تظاہرا سے
مراد عائشہ و حفصہ ہیں۔ پھر باب عسیٰ ربہ ان طلقکن باندھا ہے جسمیں عمر کا
قول نقل کیا ہے کہ ازواج نبی نے جب حضرت پر ہجوم کیا ہے تو عمر نے کہا عسیٰ ربہ
ان طلقکن اور اسی کے مطابق آیہ نازل ہوا
یہ واقعہ مشہور ہو گیا ہے کہ ایک ماہ تک نہ حضرت نے اُنسے ملاقات کی نہ کسی قسم کی بات چیت
مدارج النبوۃ میں ہے۔ عبارتہ وسبب آن بود کہ آن حضرت صلعم جانب ازواج آزارہا دید
ملول گشت پس سوگند خورد تا یکماہ گرد ایشان نگردد و سزا دہد ایشانرا تا از کردہ خود پشیمان
شوند مجملاً یکے آنکہ ازواج مطہرہ طلب نفقہ و کسوت می نمودند و چیزے چند می خواستند

که پسر خود بجہت آن بلال داد و این سوگند خورد از عمر بن الخطاب آمدہ کہ گفت چون ازان واقعہ شدم من نیز بمسجد شریف رفتم دیدم کہ جماعتے از اصحاب بر در پیغمبر نشستہ اند و میگویند بار باح (غلام اسود) گفتم بروبرائے من دستوری خواہ وے در آمد و بعد از لحظہ باز گشت و گفت برائے تو دستوری خواستم ہیچ جواب نگفت چند نوبت ہمچنین واقع شد آخر الامر بیچارہ شدم و بہ آواز بلند گفتم اے رباح دستوری خواہ صفحہ ۱۰۱۔

کیا یہ واقعات آپکو نہیں بتاتے کہ یہ لوگ کس نیت اور کس ارادہ کے تھے اس طرح کی زبردستی آپنے کہیں دیکھی ہے کہ چند مرتبہ حضرت کے غلام کے ذریعہ سے اجازت طلب کی اندر آخر خود اس طرح چیخ کر حکمانہ لہجہ مین پکارا۔

غضب خدا کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین صفحہ ۱۱۱۔

کہ جب یہ یاایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا نازل ہوا آنحضرت را ہم غم وصلت عائشہ و فراق وی دامنگیر حال شد کہ مبادا دنیا و زینت آنرا اختیار کند گفت اے عائشہ مرا حکم چنین شدہ است تو چہ ارادہ کنی۔

جس سے حضرت کی وہ کیا حالت دکھا رہے ہین کہ اس آیہ سے حضرت کی کیا حالت ہوئی کہ فراق عائشہ کا غم دامنگیر ہوا کہ کہیں ایسا ہو عائشہ ہمکو چھوڑ کر دوسری راہ لین۔

خدا کی مار ان دشمنان خدا پر جو ایسی حدیثین بناتے ہین کہ رسول کو ایک معمولی انسان بنالین اور عائشہ کو اس درجہ پر کھو بیٹھا رہتے ہین کہ اُنسے بڑھکر دنیا مین کوئی حسین و جمیل نہ تھا حالانکہ قصہ علیہ بن حصین مین آپ پڑھ آئے ہین کہ عائشہ کے سامنے وہ کہ رہا ہے کہیے تو اس سے بڑھکر ہم آپکو اپنی حسین عورت دین۔ تو کیا رسول اللہ کو خدا کے وعدہ پر اتنا بھی یقین نہ تھا کہ وہ انسے بہتر عورتین عطا کریگا جو خیالی فراق عائشہ مین مبتلا ہوگئے۔ قبل از مرگ واویلا۔

ہان اسی سورہ تحریم مین جو یہ آیہ ہے ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ و جبرئیل و صالح المومنین و الملئکۃ بعد ذلک ظہیر

اے دونو عورتین اگر توبہ کرو تم دونو تو بہتر ہے کہ دل تملوگون کے کج ہوگئے ہین اور اگر زور آوری کرو رسول پر تو خدا اسکا مولا ہے اور جبرئیل و صالح المومنین و ملائکہ اسکے بعد مددگار ہین تو بروایت بخاری معلوم ہوا صفت ظلو تکھا اور ان تظاہرا سے مراد عائشہ و حفصہ ہین مگر بخاری نے صالح المومنین کو نہ بتایا۔ بلکہ صرف ظہیر کے معنی بتا کر رہ گئے کہ مراد ہیں سے عون یعنی مددگاری ہے ۔ لہذا ضرور ہوا کہ بتا دیا جاوے وہ صالح المومنین کون ہے تفسیر در منثور سیوطی مین ہے صفحہ ۲۴۴ جلد ۶ ۔

واخرج ابن مردویہ عن اسماء بنت عمیس سمعت رسول اللہ یقول وصالح المومنین علی بن ابیطالب واخرج ابن مردویہ وابن عباس فی قولہ و صالح المومنین قال علی بن ابیطالب ۔

یعنے ابن مردویہ ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس اور ابن عباس سے روایت کی ہے آنحضرت سے کہ مراد صالح المومنین سے علی بن ابیطالب ہین۔

غرض جسقدر روایتین اسکے متعلق علامہ سیوطی نے تفسیر در منثور مین لکھی ہین انمین کہین بھی یہ نہین ہے کہ عمر نے اس موقع پر ان طلقکن کہا ہو کہ موافق اسکے قرآن نازل ہوا ہو جیسا کہ روایت بخاری مین اسکا دعوی ہے ۔ بلکہ صرف اسقدر ہے فقلت قد خابت من فعلت ذلک منکن وخسرت انا من اجدکن ان یغضب اللہ علیہا لغضب رسول اللہ فاذا ھی قد ھلکت صفحہ ۲۴۴ ۔

کہ مینے کہا وہ عورت محروم ہوئی جسنے ایسا کیا اور گھاٹے مین رہی ۔ کیا تم سب کو اسکا خوف نہین ہے کہ خدا اسپر غضبناک ہو بسبب غضب رسول اور وہ ہلاک ہو جاوے ۔

فدخلت علی عائشہ فقلت یا بنت ابی بکر اقد بلغ من شانک ان توذی رسول اللہ قالت مالی ولک یا ابن الخطاب فدخلت علی حفصہ فقلت لھا یا حفصہ قد بلغ من شانک ان توذی رسول اللہ واللہ لقد علمت ان رسول اللہ لا یحبک ولولا انا لطلقک رسول اللہ فبکت اشد البکاء ۔

یعنے ہم نے عائشہ سے کہا اے دختر ابوبکر کیا تیری یہ شان ہوگئی ہے کہ رسول خدا کو

ایذا دی تو عائشہ نے کہا ہمکو تجھ سے کیا واسطہ اے پسر خطاب - پھر حضرت حفصہ کے پاس گیا اور کہا کیا تمہاری یہ شان ہے کہ رسول خدا کو ایذا دی حالانکہ تو خوب جانتی ہے کہ رسول اللہ تجھکو نہیں چاہتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو رسول اللہ تجھے طلاق دیدیتے

پھر نہ معلوم میاں بخاری نے کہاں سے یہ اخذ کیا کہ عمر نے عسیٰ ربہ ان طلقکن کہا جس پر قرآن مطابق اسکے نازل ہوا -

نفاق خلیفہ دوم

ہاں اس روایت کا آخری حصہ بتاتا ہے کہ مراد عمر کیا ہے کیونکہ جب عمر داخل ہوئے فقلت یا رسول اللہ اطلقتہن قال لا فنزل فاخبرہم انک لم تطلقہن قال نعم ان شئت فقمت علی باب المسجد منادیت باعلی صوتی لم یطلق رسول اللہ نسائہ قال و نزلت ہذہ الایہ واذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم فکنت انا استنبطت ذلک الا وانزل اللہ ایۃ التخییر ص ۲۳۳ -

تو ہم نے عرض کیا یا حضرت آپنے ان سب کو طلاق دیا ہے حضرت نے فرمایا نہیں پھر عمر نے کہا کیا ہم اوتر کر اسکی خبر دیں حضرت نے فرمایا ہاں اگر چاہو پس ہم دروازہ مسجد پر کھڑے ہوے اور با آواز بلند پکار کر کہا کہ حضرت نے اپنے ازواج کو طلاق نہیں دیا ہے کہا عمر نے کہ اس وقت یہ آیہ نازل ہوا جب انکے سامنے کوئی امر یا خوف آتا ہے تو اسکو وہ مشتہر کرتے ہیں اور اگر اولے الامر کی طرف رد کریں تو ضرور جان لینگے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں اُنسے - پس ہم نے استنباط کیا اس امر کا اسکے بعد آیہ تخییر نازل ہوا -

اس سے معلوم ہوا کہ عمر کا ناز اسپر تھا کہ ہمنے اس حکم کا استنباط کیا نہ یہ کہ خدا کی موافقت کی اسی استنباط کو بخاری نے موافقت عمر قرار دیا جس سے لازم آتا ہے کہ جتنے علما اور مجتہدین استنباط کرتے ہیں وہ سب اسکے مدعی ہوں کہ خدا نے ہماری موافقت کی - حالانکہ یہ دعویٰ عمر بھی غلط ہے کہ ہمنے استنباط کیا کیونکہ اگر دعوے استنباط اسی آیہ کی نسبت ہے تو ابھی وہ آیہ تخییر نازل نہیں ہوا اور اگر کسی حدیث کی نسبت دعویٰ ہے تو جب حضرت کی تصریح

موجود ہے پھر استنباط کیسا۔ استنباط تو کسی امر مخفی غیر ظاہر کا ہوتا ہے لہذا جہاں دعوی موافقت غلط ہے وہاں دعوی استنباط بھی غلط ہے ہاں جو صاحب عقل سلیم ہیں وہ اس سے اصلی راز کو سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت نے جو اپنے ازواج سے ایلا فرمایا تھا کہ قسم کھائی تھی ہم اُن عورتوں سے ایک مہینہ تک بات چیت نکرینگے تو اس سے عموم صحابہ میں بالخصوص شیخین میں یہ کھلبلی پڑی کہ حضرت نے طلاق دیا۔ اور سب سے زیادہ فکر عمر کو تھی کیونکہ اُنکو یقین کلی تھا حضرت کو حفصہ سے نفرت ہے جسکو چند بار ظاہر بھی کیا کہ اگر ہم نہوتے تو حضرت تجھے طلاق دیدیتے پھر یہ بھی فکر تھی کہ اگر طلاق ہوگیا تو آخر ان کا دانہ گھانس کہانسے چلیگا۔ کیونکہ ابوبکر عثمان سب سے وہ کہچکے تھے کہ حفصہ سے نکاح کرلو مگر سبنے انکار کیا اسی کھلبلی نے اُنکو مجبور کیا کہ چند بار حضرت کے غلام سے طالب اذن ہوے مگر جلکم نملا آخر خود للکار کر پکار کر کہا اذن دو انکو حضرت تو صاحب خلق عظیم تھے آخر مجبور ہوکر اجازت دی تو وہاں جاکر پہلے خوب باتیں بنائیں کبھی روئے کبھی منتیں بنائیں کبھی مسخراپن کی جب دیکھا کہ حضرت کا غصہ کچھ کم ہوا۔ تو صیغہ راز میں دریافت کیا کہ آپنے ازواج کو در اصل طلاق دیا ہے یا وقتی کارروائی ہے حضرت نے کہدیا کہ طلاق نہیں دیا ہے۔

بس پھر کیا تھا یہ راز دریافت کرنا تھا کہ لگے چیخنے پکارنے کہ حضرت نے طلاق نہیں دیا ہے جسکو خود اسطرح بیان کیا کہ ہمنے حضرت سے اجازت لی اور آپنے فرمایا تجھے اختیار ہے۔

مگر جو لوگ صاحب عقل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کارروائی بغرض تنبیہ و تادیب کیجاتی ہے اُسکی ظاہری صورت بہت ہیبتناک دکھائی جاتی ہے کہ اُسکا اثر اُس شخص پر پڑے جسکی تنبیہ منظور ہوتی ہے حالانکہ در اصل اُس درجہ کی سزا دہی مقصود نہیں ہوتی اُس وقت اگر کوئی کہدے کہ اگرچہ تم بظاہر گرفتار کیے گئے۔ مگر درحقیقت نہ تمہارا قید کرنا منظور ہے نہ قتل کرنا۔ بلکہ چشم نمائی کرنا ہے تو بتلایئے اُس تنبیہ کا کیا اثر رہتا ہی۔

یہی معاملہ بجنسہ ہوا کہ عمر کا پکارتا تھا کہ حضرت نے اپنے ازواج کو طلاق نہیں دیا ہے وہ معاملہ درہم وبرہم ہوا اور حضرت مجبور ہوے کہ بالاخانہ سے نیچے تشریف لائیں اور ازواج کیطرف رجوع کریں۔

حضرت نے ازواج اپنے سے علحدگی کی یہ مصلحت وقت سے ہو اگرچہ اس امر پر مجبور تھے ۔ مگر خدا سے تو کسی کا بس نہیں چلتا۔ اسنے فوراً یہ آیہ نازل کیا و اذا جاءہم امر من الامن او الخوف جو قرینین کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ منافقین کی مذمت مین وارد ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیہ اسی سورہ تحریم کا ہے جو اب سورہ نسا مین ہے ۔

اگر اس تحریر پر آپکو اطمینان نہو تو تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۲ تفسیر سورہ نساء ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۶

اخرج عبد بن حمید و مسلم و ابن ابی حاتم من طریق ابن عباس عن عمر بن الخطاب قال لما اعتزل النبی دخلت المسجد فاذا الناس ینکتون بالحصا و یقولون طلق رسول اللہ نساءہ فقمت علی باب المسجد فنادیت باعلی صوتی لم یطلق نساءہ و نزلت ہذہ الایہ فی و اذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ و لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم فکنت انا استنبطت ذلک الامر ۔

ابن عباس عمر سے روایت کرتے ہین کہ جب حضرت نے اپنے ازواج کو ترک کیا ہے تو ہم داخل مسجد ہوے دیکھا کہ صحابہ سنگریزے کرید رہے ہین اور کہتے ہین کہ حضرت نے اپنے ازواج کو طلاق دیا عمر کہتے ہین کہ ہم دروازہ مسجد پر کھڑے ہوئے اور باواز بلند پکار کر کہا کہ حضرت نے اپنے ازواج کو طلاق نہین دیا ہے جسپر یہ آیہ نازل ہوا ۔ پس ہم نے اسکا استنباط کیا ۔

اس روایت سے بخوبی ہمارے بیان کی تصدیق ہوئی کہ حضرت سے اجازت وغیرہ نہین لی تھی بلکہ یا اصل راز کو دریافت کرکے غل مچایا یا بعد دریافت راز ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمر کا دعوے دراصل استنباط کا تھا نہ کہ موافقت خدا کا تو اب جو موافقت کسد رجہ کا افترا ہے ۔

ثبوت نفاق خلیفہ دوم اب دیکھیے کہ عمر صاحب دعوے کرتے ہین نزلت ہذہ الایہ فی ۔ یہ آیہ ہمارے بارہ مین نازل ہوا تو دیکھنا چاہیے کہ نزول اسکا مومنین کے بارے مین ہے یا منافقین کے بارہ مین درمنثور مین ہے صفحہ ۱۸۶ ۔

عن الضحاک واذا جاءهم امر قال هم اهل النفاق * والذین اذاعوا به قوم اما منافقون واما آخرون ضعفاء۔

یعنے ضحاک کا بیان ہے کہ اذا جاءہم امر سے مراد اہل نفاق ہین اور اذاعوا به سے مراد یا قوم منافقین ہین یا قوم ضعفا۔ تو بہر طور خلیفہ دوم منافقین ہین داخل ہوے کیونکہ یہ اقراری مجرم ہین کہ ہمنے باواز بلند پکار کر کہا کہ حضرت نے طلاق نہین دیا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے دونو حالتون مین اُن لوگون کو منافق کہا ہے جو حضرت کے راز کو فاش کرین خواہ وہ راز متعلق بہ امن ہو خواہ بخوف رہا یہ خیال کہ وہ صحابہ بھی منافق ہوے جنھون نے اسکو مشہور کیا تھا کہ حضرت نے طلاق دیا ہے تو ہمکو اسمین بھی عذر نہین کہ وہ صحابہ بھی منافق تھے اور عمر بھی فرق ہی تو اسقدر کہ اُن صحابہ کا نام معلوم نہین نہ اُنکی روایت ہی بخلاف عمر کہ اُنکا نام اُنکا کام اور اُنکی روایت معلوم ہے۔ پس انکا نفاق یقینی معلوم ہوا والحمد للہ علی ذلک اور دعوے استنباط تو غلط ہو چکا لہذا اُسپر توجہ کی ضرورت نہین کیونکہ بتصریح فخر رازی خلفاے ثلثہ اولی الامر سے نہین ہین۔

تقدیم وتاخیر آیہ ہان آخری حصہ اس آیہ کا لعلمه الذین یستنبطونه منهم ولولا فضل الله علیکم ورحمته لاتبعتم الشیطان الا قلیلا قابل غور ہے کہ خدا فرماتا ہے اگر خدا کا فضل اور اُسکی رحمت تم پر نہوتی تو تم سب اتباع شیطان کرتے مگر قلیل۔ تفسیر در منثور سیوطی مین ہے صفحہ ۱۸۷ جلد ۲۔

اخرج ابن جریر عن یزید قال هذه الآیة مقدمة ومؤخرة انما هی اذاعوا به الا قلیلا منهم ولولا فضل الله علیکم ورحمته لم ینج قلیل ولا کثیر واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ضحاک فی قوله ولولا فضل الله علیکم ورحمته لاتبعتم الشیطان الا قلیلا قال هم اصحاب النبی کانوا حدثوا انفسهم بامر من امور الشیطان الا طائفة منهم۔

یعنے ابن جریر کہتے ہین کہ اس آیہ مین تقدیم وتاخیر ہو گئی ہے اصل مین یون تھا واذا جاءهم امر من الامر او الخوف اذاعوا به (الا قلیلا منهم) ولولا فضل الله علیکم ورحمته

لوجہنم خلیل دکا الثیرا اور ضحاک سے روایت ہے کہ کہا مراد اس سے اصحاب نبی ہین
جنھون نے دل مین خواہش کی تھی پیروی شیطان کی مگر ایک گروہ تھا نہین ہے اون والیہ
سے دو امر نہایت واضح طور پر معلوم ہوا ایک یہ کہ اس آیہ مین مقدم موخر ہوگیا ہے تو پھر
اسکے تسلیم مین کیا عذر ہے کہ یہ آیہ سورہ تحریم کا تھا جو سورہ نساء مین داخل ہوگیا کیونکہ
روایات اہلسنت باواز بلند کہ رہی ہین کہ آیہ قصہ ایلاء ازواج مین نازل ہوا۔ پھر
اسکے آیہ افلا یتدبرون القرآن اور بعد والے آیہ فقاتل فی سبیل اللہ مین کوئی
ربط بھی نہین ہے۔
دوسرے یہ کہ صحابہ اکثر یہ طور پر پیرو شیطان تھے مگر کمتر تو پھر خلفائے ثلثہ اور اون کے
ہمراہی صحابہ کے منافق اور متبع شیطان ہونے مین کیا عذر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا نے جو دعوے کیا تھا کہ کوئی ایک سورہ بھی مثل قرآن
نہین بنا سکتا وہ بہر طور ثابت ہوا۔ کیونکہ لفظ سورہ عام ہے تین آیہ
کی تخصیص ثابت نہین۔
دوسرے عمر کی نسبت جو دعوے کیا گیا تھا کہ تین امر وہین خدا نے اونکی موافقت مین
تین آیتین نازل کین وہ بالکل غلط ہے کیونکہ پہلا آیہ واتخذوا من مقام ابراہیم
مصلی سنہ ھ مین نازل ہوا جو بہت مقدم ہے سنہ ھ فتح مکہ سے اور حضرت نے خود
عمر سے بتایا ہے کہ یہ مقام ابراہیم ہے نہ کہ عمر نے اسکی خواہش کی ہو۔ بلکہ عمر نے جو مقام
ابراہیم کو اصلی جگہ سے ہٹا دیا اوس جرم کے اخفا کیلیے یہ روایت بنائی گئی۔
دوسرا دعوے اونکا آیہ حجاب سے متعلق تھا وہ بھی غلط ہوا کیونکہ یہ حکم عقد حضرت زینب
کے بعد نازل ہوا نہ بوجہ عمر۔
تیسرا دعوے جو آیہ تخییر کے متعلق تھا وہ بھی غلط ہوا کہ ہرگز عمر نے وہ الفاظ نہین کہے
تھے نہ اس مطلب کو ادا کیا تھا۔ بلکہ اس سے انکا منافق ہونا ثابت ہوا سو الحمد للہ۔
تو اب اسکی ضرورت نہین رہی کہ بقیہ کلام اڈیٹر النجم کی تکذیب کیجائے جو فرماتے ہین۔
بقیہ عبارت النجم انکو خبر نہین کہ روایات مین وافقنی ربی۔ اور وافقت ربی

دو نو منقول ہین بلکہ بخاری کی ایک روایت مین وافقنی ربی اور وافقت ربی شک کے ساتھ منقول ہے پس یہ شک راویون کیطرف سے ہے لہذا یہ فیصلہ کرنا ممکن نہین کہ حضرت عمر کے اصل الفاظ کیا تھے"

الجواب اسکی غلطی فتح الباری صفحہ ۲۵۱ جزو ثانی سے ظاہر ہے والمعنی وافقنی ربی سے ظاہر ہے کیونکہ اصل صحیح بخاری وافقت ربی تھا کہ ہم نے خدا سے موافقت کی ابن حجر نے کہا معنی یہ ہین کہ خدا نے موافقت کی۔ پھر اس تاویل سے آپکو کیا فائدہ ہوا پھر فیصلہ مین کیا عذر ہے کیونکہ مطلب ایک ہی ہے۔ تو یہ جملہ بھی آپکا غلط ہوا کہ اسکا الزام حضرت عمر پر نہین ہو سکتا، کیونکہ الزام تو سارا عمر ہی پر ہے جنہوں نے ایسا غلط دعویٰ کیا پھر فرماتے ہین۔

مگر نظر دقیق سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل وافقنی ربی ہے ہونا چاہیے کیونکہ موافقت اسکی طرف سے ہو سکتی ہے جسکو دوسرے کے فعل یا ضمیر کا علم ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جناب فاروق اعظم کو اللہ تعالے کے فعل کا علم نہین ہو سکتا تھا ہان اللہ تعالے کو ہر چیز کا علم ہے لہذا موافقت کا فعل حق سبحانہ سے صادر ہو سکتا ہے نہ حضرت فاروق سے یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری مین ان روایات کی شرح مین (جنمین وافقت ربی وارد ہوا ہے) وافقت کے تحت مین لکھا ہے ای وافقنی ربی"

الجواب خدا آپکو علم دے کر کچھ کتابین دیکھیے۔ عینی شرح صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۶۹ مین ہے قولہ وافقت ربی ون الموافقۃ من باب المفاعلۃ التی تدل علی مشارکۃ اثنین فی فعل ینسب الی احدھما متعلقا بالاخر والمعنی وافقنی ربی فانزل القران علی وفق ما رایت یعنی موافقت باب مفاعلہ سے ہے جو دلالت کرتا ہے اشتراک پر درمیان دو کے۔ اُس فعل مین جو منسوب ہو دونو سے ایک کی طرف کہ متعلق ہو دوسرے سے اور معنی یہ ہین کہ موافقت کی خدا نے ہماری اور نازل کیا قرآن کو موافق ہماری رائے کے"

اس تحریر نے صاف بتا دیا کہ جس فعل مین دونو کا اشتراک ہوتا ہے وہان مفاعلت کا

استعمال ہوتا ہے پھر کیسی نافہمی ہے کہ آپ علم مافی الضمیر کو امس کو دالاتے ہین -

اگر آپ اسکے قائل ہوتے کہ عالم مافی الضمیر صرف خداوند عالم ہی ہے تو ایسی حدیث کیون وضع کرتے جسمین عمر صاحب کو بھی درجہ الوہیت کا قرار دیا گیا ہے - اسی سے تو آپکے مذہب کے بہت سے حکما و علما علم خدا کے منکر ہین کہ وہ عالم جزئیات نہین ہے

پھر فرماتے ہین ۱۲ موافقت کی نسبت حق سبحانہ کی طرف سوء ادب ہے - یہ محض ایک وہمی اور اختراعی مضمون مؤلف کا ہے - موافقت چھوٹے کیطرف سے بڑے کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور بڑے کی طرف سے چھوٹے کے ساتھ اور مساوی کیطرف سے مساوی کے ساتھ بھی ہوتی ہے - ہان اگر مولف صاحب یہ بات ثابت کر دین کہ موافقت ہمیشہ چھوٹے ہی کیطرف سے ہوسکتی ہے تو البتہ یہ لفظ سوء ادب پر محمول ہوسکیگا -

الجواب افسوس کہ دو ہی سطر مین آپ اپنا عقیدہ بھول گئے کہان تو وہان کہہ رہے ہین "موافقت اسی کی طرف سے ہوسکتی ہے جسکو دوسرے کے فعل یا ضمیر کا علم ہو" اور یہان یہ ترانہ بھرنے لگے کہ چھوٹے بڑے - برابر سب کی طرف سے ہوسکتی ہے - کیا ایک خدا چھوٹا اور بڑا بھی ہوسکتا ہے -

اگر اسمین سوء ادب نہین ہے تو عینی نے یہ کیون لکھا والنکتہ راعی الادب فاسند الموافقتہ الی نفسہ لا الی الرب یعنے عمر نے بر عایت ادب موافقت کی نسبت اپنے نفس کی طرف کی نہ خدا کی طرف - تو جب وافقت مین رعایت ادب ہے تو اسکے خلاف وافقنی مین ضرور ترک ادب ہوگا -

اب آپ عینی اور عسقلانی سے پوچھیے کہ کیون اسکو مطابق ادب کہا -

پھر فرماتے ہین - تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر کا اگر یہ قول اتفاقا تھا تو ان کی کوئی فضیلت اس سے ثابت نہین ہوسکتی اور اگر بطور ارادہ کے تھا تو اعجاز قرانی مین قدح ہوجائیگی -

جواب - اسکا یہ ہے کہ یہ محض لغویات ہے اتفاق سے اگر بغیر ارادہ مراد ہے تو ہم تسلیم کرتے ہین مگر اس سے فضیلت کا عدم ثبوت ممنوع ہے - فضیلت کیلئے کچھ ضرور نہین کہ مہر

ارادیہ واختیار یہی سے ثابت ہو ورنہ حضرت علیؑ کا کعبہ مین پیدا ہونا فضیلت نہ رہیگا - نیز بہت سے فضائل اہل فضائل کے فضول ہوجائینگے -

اسی قسم کے مزخرف اعتراضات پر صاحب لوائح لیلیہ کو ناز ہے -

مولف لوائح لیلیہ کو واضح رہے کہ اپنی فلسفہ دانی پر انکو ناز بیجا ہے بڑے بڑے فلسفی طوسی دحلی وغیرہ باطل کو حق اور حق کو باطل بنا نہ سکے تو وہ کیا کر سکتے ہین حق کو باطل اور باطل کو حق بتانا کسی کے امکان مین نہین ہے - فقط

راقم مدیر النجم

الجواب سب سے زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آپ کلام مخاطب مین ایسی تحریف کرتے ہین کرنے اختیار لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی تلاوت کرنی پڑتی ہے -

کیونکہ آپنے اعتراض اول کے آخری جملو نکو بالکل حذف کر دیا جیسا کہ سابقًا مذکور ہوا - ثانیًا اعتراض ثانی یہ تھا کہ قول وافقنی ربی سے رائحہ الوہیت و ناالہیت کا استشمام ہوتا ہے اور نقص درجہ الہیت لازم آتا ہے - ورنہ مقتضاے شان عبودیت یہ تھا کہ کہتے وافقت ربی گمراوی نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ عمر کو تابع کہتا - بلکہ متبوع بنا دیا (کہ خدا انکا تابع ہے) - اس اعتراض کو آپنے بالکل ہضم کر ڈالا حالانکہ دیکھیے کس درجہ فلسفہ الہیہ مین ڈوبا ہوا کلام ہے -

ثالثًا - اعتراض ثالث یہ تھا کہ دو حال سے خالی نہین یا نزول آیہ ایک دفعہ مانا جاے یا دو دفعہ - ایک دفعہ ماننا باطل ہے کیونکہ اس سے ایک روایت کا غلط اور کذب ہونا ضرور لازم آتا ہے تو اس صورت مین فضیلت خلیفہ ثانی غیر معتمد علیہ ہو کیونکہ ممکن ہے پہلے دفعہ عبد اللہ کے بارے مین متحقق ہو اور صورت ثانی مین یعنی دو مرتبہ کا نازل ہونا نقل سے ثابت نہین - پھر یہ قول فخر رازی کہ یہی واقعہ سبب ہوا ایک کی سعادت کا اور دوسرے کی شقاوت کا - دلالت کرتا ہے وحدت واقعہ پر "

ان دونو اعتراضون کو آپنے ہضم کر ڈالا اور اپنی طرف سے ایک دوسرا اعتراض لکھا جسکو ان لفظون سے لکھا تھا - دوسرا اعتراض یہ ہے تا بہ آخر - حالانکہ یہ مولوی فضل کا

اعتراض ہے نہ اُنکی عبارت کا حاصل پھر یہ کیسی دیانت داری ہے کہ تقریر خصم کو پورا ہضم کرجائے۔ اور ایک بنا اعتراض لکھیے اور اُسکا جواب بھی نہ دے سکے۔

چوتھا اعتراض جسکا آپ یہان ترجمہ کررہے ہین اور اُسکو تیسرا اعتراض بنا رہے ہین یہ ہے ورابعاً ان کان قول عمر اگر بر سبیل اتفاق تھا بلا ارادہ تو یہ اس قسم کی بات نہین جس پر فخر و مباہات کیا جائے۔ کیونکہ اکثر بلکہ صبیان اور عورتین بعض ایسے اشعار اور جملہ فصیحہ کہ جاتی ہین اتفاقاً کہ بڑے بڑے کامل شعرا اور ادبا اُسپر قادر نہین ہوتے اسکے ساتھ بھی کوئی عاقل اُنکی فضیلت و کمال کا قائل نہین ہوتا۔ اور اگر یہ کلام عمر بقصد و ارادہ اور ملکۂ ادبیہ سے تھا تو اس سے اعجاز قرآن باطل ہوتا ہے کیونکہ عمر اسپر قادر تھے کہ آیۂ قرآن کے مقابل مین ایک آیہ بنا لاتے۔ اسیطرح ممکن ہے کہ ایک سورۂ صغیرہ بنائین مثل سورۂ کوثر کے کیونکہ کوئی فرق نہین ہے اسمین کہ ایک آیہ کا ایسا دوسرا آیہ بنا لائین جبکہ وہ ملکہ حاصل ہے پس تعجب ہے اُس منقبت عمریہ سے جو منجر ہو طرف نبوت آنحضرت صلعم کے۔

اب آپ اس تقریر کو مولوی صاحب کی دیکھیے اور ایڈیٹر صاحب کے اختصار کو۔ کیا اسیکا نام دیانت ہے۔ اس تقریر کا جواب جو ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے اُسکی حقیقت آئندہ ظاہر کیجائیگی

پانچوان اعتراض بھی سنیے جسکو ایڈیٹر صاحب بالکل ہضم کرگئے مولوی صاحب فرماتے ہین۔

پانچوین یہ کہ اس قسم کے ادبیت کچھ عمر کے ساتھ مخصوص نہین رہتی جبکہ عبداللہ کا فرزند لیناً فی نے بھی ویسا کلام بنا دیا۔ پس اس قسم کی روایتین اس قابل نہین ہین کہ اُسکی طرف وہ شخص ملتفت ہو جو ... و متکلم ہو اور تصنیفات کثیرہ فلسفہ و کلام لکھی ہون۔ مگر عقائد قدیمہ راسخہ نفوس مین ایسے ایکے افاضل کو کھینچکر لاتا ہے اسطرف کے ایسے ایسے حکایات عامیہ کا اذعان کرے۔ جسمین اگر کوئی اصول بدیہیہ سے غوض و فکر کرے تو کریگا افساد قطعاً مگر کسی شی کی محبت حجاب اکبر ہے۔ واللہ الموفق فافہم۔

اس فافہم پر حاشیہ دیتے ہین کہ یہ لفظ اسکی طرف اشارہ ہے کہ مصنف لوائح کی غرض بالذات حقائق ادب و ... اور لطائف فن سلوک سے بحث کرنا ہے۔ نہ قدح کرنا اشخاص جزئیہ

میں - پھر یہاں جو اسقدر بحث کیگئی اُسکی غرض یہ ہے کہ اس روایت کی عدم صحت ظاہر کیجائے
تاکہ اعجاز قرآن مجید کا درجہ عالی محفوظ رہے - نہ کسی شخص (فخر الدین رازی) سے بحث کرنا

کیسے باشد خنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ * چون ندید حقیقت رہ افسانہ زدند (احمد)

یہ عبارت آپکو بتا رہی ہے کہ محض اثبات اعجاز قرآن کے لئے جناب مولوی سید
مرتضیٰ صاحب سلمہ اللہ نے یہ تقریر کی ہے نہ اُنکو خاص عمر سے بحث ہے - نہ فخر الدین رازی
سے - بلکہ چونکہ اس قسم کی روایات واہیہ سے نقص اعجاز قرآن لازم آتا ہے اسلئے اسلامی حمیت
نے اُنکو مجبور کیا کہ حقیقت حال کو ظاہر کریں -

اڈیٹر النجم نے جو ان تقریر کا جواب دیا ہے وہ تو آپ دیکھ چکے کہ اُنکی غرض محض حمایت
خلیفہ دوم ہے کہ کسیطرح اُنکے دعوون کی تصدیق کریں اگرچہ اعجاز قرآن جائے - یا
رسالت رسول اللہ پر حرف آئے - مگر آپنے قدرت خدا کا ملاحظہ کیا کہ کسطرح خود روایات
اہلسنت سے ہر دعوی عمر کا غلط ثابت ہوا جسکے بعد کوئی عاقل تو ان روایات
واہیہ کو قبول نہین کر سکتا - جہلا سے بحث نہین -

بہر حال اعتراض چہارم کو اُنھون نے تیسرا اعتراض بنا کر جو جواب دیا ہے وہ قابل قدر
ہے کیونکہ اسکو تو آپ تسلیم کرتے ہین کہ عمر سے یہ کلام بلا ارادہ ہوا مگر اسکو نہین تسلیم کرتے کہ
اس سے کوئی فضیلت نہین نکل سکتی - لیکن اسکا کوئی جواب نہین دیا کہ جب اس سے فضیلت نکلتی
ہے تو پھر عبداللہ بن ابی سرح کیون اس سے محروم کیا گیا حالانکہ وہ بھی صحابی ہے صرف
اسقدر قصور ہوا تھا کہ از خود فتبارک اللہ احسن الخالقین کہکر وہ مرتد ہوگیا - تو اسکی کیا وجہ کہ
اگر وہی فتبارک اللہ احسن الخالقین جب عمر کے منھ سے بلا ارادہ نکلے تو وہ فضیلت کے بانس
پر چڑھائے جائین - اور اُنکے پہلے جو عبداللہ یہی کلمہ کہہ جائے تو اُسکی کوئی عزت نہو -

یہ جملہ نہایت مزے دار ہے کہ فضیلت کیلئے کچھ ضروری نہین کہ اُمور ارادیہ و اختیاریہ
سے ثابت ہو مگر آپنے شاید شیخ سعدی کا یہ شعر نہین سنا " گاہ باشد کہ کودک نادان
بغلط بر ہدف زند تیرے " - ہان یہ اور بھی مزہ دار ہے " ورنہ حضرت علی کا کعبہ میں
پیدا ہونا فضیلت نرہیگا " کیونکہ ولادت و موت کو تو سب جانتے ہین خدا کے اختیار

وارادہ سے ہوتا ہے نہ انسان کے ۔ توکیا عداوت جناب امیر مین اب ارادہ واختیار خدا سے بھی انکار کر جائیگا۔

اڈیٹر صاحب دنیا مین توکوئی متنفس بھی ایسا نہین گذرا جسنے موجودیا میت کی نسبت دعوی کیا ہو کہ وہ انخود متولد ہوا یا مرا۔ بلکہ مطلب تو یہ ہے کہ خداوند عالم نے جناب امیرؑ کو وہ مراتب عطا کیے جو کسی کو نہین دیئے یہانتک کہ اپنے خاص بیت اللہ مین پیدا کیا کہ کسی کو جائے دم زدن نہ رہے و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اڈیٹر صاحب ہم جانتے ہین آپ عداوت جناب امیر مین عمر بن الخطاب بلکہ ابن ملجم سے بھی بڑھے ہوے ہین مگر یہ کیا ضرور ہے کہ اس عداوت مین اب عقل و ہوش کو بھی خیرباد کہدین۔ توکیا جسطرح شیعہ ولادت جناب امیر کو محض قدرت وارادہ خداوند عالم کے متعلق لیکر اثبات فضیلت کرتے ہین اُسیطرح آن کا اجرا بھی بلسان عمر بہ خدا سے متعلق لیتے ہین جیسا کہ بتقاضائے مسئلہ جبر ہے تو اس صورت مین بھی عبداللہ بن ابی سرح انکار قیب موجود ہو اور نیز معاذ بن جبل۔

اب اڈیٹر صاحب کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ شیعونکا معمولی اہل علم بھی کس پلہ پر اور کس دماغ کا ہوتا ہے کہ آپکے فخرالدین رازی ایسے عالم بلکہ امام کو اسطرح خاک ذلت پر گراتا ہے کہ قیامت تک سر نہ اُٹھا سکے اور آپ سے تو ان چند سطور کا جواب بھی نہو سکا جبتک اُنکی عبارتونکو حذف نکر لیا اور ہضم نہ کر گئے پھر کیا دعویٰ کرتے ہین۔

اڈیٹر صاحب آپکی ہلاکت کے لیئے کیا الشمس کے محلات سبعہ اور رحد السارق کے مجلدات ثلثہ کافی نہ تھے جو لوائح بلیہ دیکھنے چلے حالانکہ وہ نہ اس موضوع مین ہے نہ اس بحث مین صرف ضمناً یہ بحث آگئی تھی اگر مرد میدان ہین تو انہین رحد السارق کا جواب لکھیے جسکے لیئے ہفت اقلیم کے سنیونکو مکرر سہ کرر چلنج دیا گیا اور پانچ سو بلکہ ہزار کا انعام مقرر کیا گیا مگر آجتک ایک صفحہ کا جواب بھی نہو سکا۔

جواب آریہ

اب ہم مسافر آریہ کا جواب دیتے ہین جسنے ان روایات واہیہ کو پیش کرکے یہ دعوی

کیا بات ہے " کہ آنحضرت حسب موقع فقرے بنانے کے لیے محض اپنی ہی طبیعت کی روانی پر دارو مدار نہ رکھتے تھے بلکہ آپکی عادت تھی کہ جب کوئی فقرہ یا نیک مفید مطلب بات کسی سے سُن لیتے تھے تو عموماً اسیوقت یا کچھ دیر بعد کہدیا کرتے تھے کہ خدا نے مجھپر بھی یہی بات نازل فرمائی ہے"۔
کیا ہے دنیا مین کوئی سنی خواہ وہ حنفی ہو یا وہابی ۔ مرزائی یا اہلقرآن جو اسکا جواب دے سکے کیونکہ تمامی کتب احادیث و تفاسیر و تواریخ تو اسی قسم کے مزخرفات سے بھرے ہوئے ہین۔

آخر مین مسافر قرآن مین " عمر کا کلام " عنوان قرار دیکر لکھتا ہے " لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کی بناوٹ مین حضرت عمر خلیفہ کا محمد صاحب کے علاوہ سب سے زیادہ ہاتھ تھا "

اس کے بعد ایسی روایتوں کو لکھتا ہے (۱) کہ عمر کی راے کے مطابق قرآن نازل ہوا کرتا (۲) بخاری کی روایت مین ہے عمر نے کہا تین باتو نمین میری اور خدا کی مرضی موافق ہوگئی (۳) آیہ قرآنی کو " عمر کی راے محمد صاحب نے قرآن مین درج کردی (۴) عسیٰ ربہ ان طلقکن عمر کی راے قرآن مین جمع ہوتا ہے (۵) اساراے بدر کے بارے مین عمر کی رائے کے موافق نازل ہوا (۶) فتبارک اللہ احسن الخالقین عمر کا کلام ہے (۷) من کان عدو اللہ وملئکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکال بھی عمر کا کلام ہے۔
" یعنی عمر کا فقرہ بعینہ وہی لفظ بقرکے ۱۱ رکوع مین نازل کردی "
اگرچہ ان سب باتونکا جواب محققانہ النجم کے جواب مین مذکور ہو چکا جس سے اعادہ کی ضرورت نہین وہی جواب انکے مقابل مین بھی ہے ۔ کیونکہ الکفر ملۃ واحدۃ مگر من کان عدو اللہ کی تحقیق نہین کیگئی تھی لہذا اُسکے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری ہے کیونکہ تفسیر درمنثور سیوطی صفحہ ۹۱ مین ہے۔

واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن عبدالرحمان بن ابی لیلی ان یہودیا لقی عمر فقال ان جبرئیل الذی یذکر صاحبکم عدو لنا فقال عمر من کان عدو اللہ والملئکۃ وجبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین

ویدونکی حقیقت اور اسمین انسانی کلام

یہانتک تو مسافر آگرہ کی خوش فتاری تھی جس نے سنیون کو بیس دیا اور کسیکو سر اٹھانے کی طاقت نہ رہی کیونکہ جو کچھ مسافر نے لکھا ہے

وہ کتب اہلسنت سے بلکہ صحاح ستہ سے یہی وجہ ہے کہ صدہا اخبار سنیون کے نکلتے ہین مگر آجتک کوئی اسکا جواب نہ دے سکا۔ نام کا مسلمان بھی چپ ہی رہا اور انبو بند ہو گیا۔ انجمن اشتہار پر اشتہار دیتا رہا کہ یون ہم مخالفین اسلام کا جواب دینگے مگر ایک حرف نہ لکھ سکے۔ قادیانیون مین بمقابلہ اہل اسلام بڑا جوش ہے مگر آریون کے مقابلہ مین چم بکم مگر ہان تقدیس القرآن نے ایسا ناطقہ بند کیا کہ نہ کسی آریہ کو قدرت تکلم ہے۔ نہ کسی سنی کو جائے دم زدن لہذا جہان ان روایات کو بمقابلہ قرآن آپنے ملاحظہ کیا ہی وہان آریون کے مسلمہ کتب الہی ویدون کی حالت ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کن عیوب سحگانہ شرعی مین مبتلا ہین۔ کیونکہ مسافر نے جو کچھ لکھا ہے بیرونی شہادت ہے کہ صحاح ستہ قرآن کو عیب دار اور داغدار کرنے پر تلے ہین۔ مگر خود قرآن اپنی اندرونی شہادت سے سب کی تکذیب کرتا ہے اور پکار کر تمام عالم سے کہہ رہا ہے فاتوا بسورۃ مثلہ ان کنتم صادقین کہ ایک سورہ بھی اسکا مثل بنالاؤ اگر تم سچے ہو جسمین لفظ سورہ عام ہے۔ ایک آیہ دو آیہ سب شامل ہے جسکے بعد ہر وہ مسلمان جو قرآن پر ایمان لایا ہے ایسی ہر روایت کی تکذیب پر مجبور ہے جو اسکے خلاف ہو خواہ وہ صحیح بخاری کی روایت یا صحاح ستہ کی۔ اسکے مدعی ہون یا عبداللہ بن ابی سرح یا معاذ بن جبل یا مصعب بن عمر۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کوئی سچا مسلمان کسی شخص کو بھی بمقابلہ قرآن قبول کر سکے۔

اب آئیے ویدون کی سیر کیجیے اور خود اسکی اندرونی شہادتون سے ملاحظہ کیجیے کہ وید کیا کہتا ہے وہ اپنے کو کلام خدا بناتا ہے یا چند آدمیونکا کلام۔ کیونکہ مسافر نے جتنی روایتین لکھی ہین اسکا ماحصل یہ ہے کہ خود حضرت کے زمانہ مین کچھ لوگون نے

وہ کلام کیا جسے اسنے پسند کیا اور وحی بتایا یا کچھ لوگون نے اپنی رائے ظاہر کی اور خدا نے اُسکے مطابق وحی بھیجی - مگر یہ کہیں روایت مین نہین ہے کہ کسی انسان نے اپنا کلام اسمین ملا دیا ہو - تو پھر بھی قرآن کلام الٰہی ٹھہرا خواہ خود اُس نے نازل کیا یا کسی دوسرے انسان کے کلام کو پسند کر کے مطابق اُسکے حکم نازل کیا جس سے بھر قرآن غیرون کے کلام سے محفوظ رہا - کیونکہ جو کلام غیر کا ہو اور افسر اعلےٰ اسکی تصدیق کرے وہ بھی اُس شخص کا کلام ہو جاتا ہے -

بخلاف وید کے ہزارہا جملہ اُسکے ایسے ہین کہ یقیناً وہ کلام خدا نہین ہو سکتا بلکہ کلام انسان ہے اور آجتک یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کب کلام خدا مین داخل ہوا دیکھیے آریہ مسافر ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء مین ہے - ہان چارو ید الینور کے طرفسے ہین - خدائی کتاب مین قصے کہانی نہین ہونے چاہئیں

(۱) دیکھو یجر وید مترجم اُردو صفحہ ۹ منتر ۱۵ -

مَین سب جیون سمیت پدارتھون کی شدھی کے لیے بڑے بڑے پتھر اور کاٹھ کے موسل استعمال کرتا ہون " کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ کلام خدا ہے جس سے احتیاج موسل پتھر کیطرف لازم آئے بلکہ ضرور ایک ایسے شخص کا کلام ہے جو ان چیزونکا استعمال کرتا تھا -

(۲) یجر وید صفحہ ۶۳ منتر ۱۲ -

اے منشیو ہمارے پینے - ہمارے بیج - یا بیٹا مین ہمارے لیے او تم سکھ بلکہ تپ وغیرہ روگون سے بچاؤ - اور تپ دق وغیرہ مرضون سے علیحدگی - پاپ - دوش وسیلون سے جدائی بیج کو بڑھانا یا ناش رہت اور اس مکت دب گیا مین - پران جل الیشور نے پیدا کیے ہین اُنکو آپ لوگ اچھی طرح سیون کیا کرو - اور انکا اپو ستھاران کر کے تم سب مس ہمیشہ سکھون بھوگنے والے ہو -

کیا کوئی کہ سکتا ہے یہ خدا کا کلام ہے بلکہ اُس مریض کا کلام ہے جو منشو سے التجا کرتا ہے کہ تپ دق وغیرہ امراض سے بچاؤ -

(۳) یجر وید مترجم صفحہ ۶۳ منتر ۳ -

اے ودوان منش - جیسے تیرا برگ کے شریر جل پر آئو یا پرجا کی رکشا کرتا ہی اسلیے

اسکو نہین چھوڑتا ویسے مین بہی اپنے اس شریر کو بلا پوری عمر ہو کے حماقت سے بیچ مین نہین چھوڑتا۔

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے جسمین اپنی عمر کے پورا ہونے سے پہلے مرنے کو حماقت خیال کرتا ہے۔ بلکہ یہ اوس شخص کا کلام ہے جو عمر طبعی کے پہلے پسند نہین کرتا۔

(۴) یجر وید صفحہ ۶۳ منتر ۱۴۔

جو اگن جلنے کے وقت اچھی طرح جگانا یا جس سے جاگ کر کرم کرنے والے۔ ہم لوگ انند پوربک سوتے ہین۔ جو پرما کو چھوڑ کر ہم پر مادرہت لوگونکی رکھشا یا پرماریول کو نشٹ کرتے ہین اور جو ہملوگون کے ساتھ بار بار اس طرح بیوہار کرتا ہے اسکو گیتی کے ساتھ سب منشیون کو سون کرنا چاہیے"

کیا یہ کلام بھی خدا کا ہو سکتا ہے نہین ہرگز نہین۔ بلکہ کسی آتش پرست کا کلام ہے۔

(۵) یجر وید صفحہ ۱۰۲ منتر ۳۶۔

اے پریم سے ہدایت ہونے والی ماتا۔ تیرے ستہان وغیرہ پر جا پورب تجھم۔ اوتر دکھن اور سب شاؤ تیرے سامنے دور دور کرا دین تو نہین ترنتی پار کرتا کہ وے تجھے اچھے بھاؤ سے جانین"

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے؟ جسمین ماکا ذکر ہے۔ تو ضرور یہ کسی ایسے شخص کا کلام ہے جسکے مان ہو۔

(۶) یجر وید ادھیاے گیارہ منتر ۴۴۔

اے میرے بیٹے تو علم کی تحصیل کے لیے ثابت قدم ہو" تو یا خدا کا بیٹا مانو یا کسی ایسے شخص کا کلام جو اپنے بیٹے کو تحصیل علم کی ہدایت کر رہا ہو۔

(۷) یجر وید ادھیاے ۱۱ منتر ۴۵۔

اے میرے لخت جگر فرزند دلبند تو تمام انسانون کے ساتھ نیک سلوک کر"

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ بلکہ باپ بیٹے کو نصیحت کر رہا ہے۔

(۸) یجر وید مترجم ادھیاے ۱۲ منتر ۴۰۔

اے نور چشم تو برائیون سے بچ اور ان سے ہمیشہ دور رہ۔

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ بلکہ انسانی کلام ہی۔ (مسلمان نمبر ۳ جلد ۵)

(۹) یجر وید ادھیائی ۱۳ منتر ۵۸

اے پڑھی لکھی استری۔ مین عقل اور تعلیم و تربیت کیلیے تجھے اپنی بیوی بناتا ہون۔

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہی ہرگز نہین۔ بلکہ کسی معمولی انسان کا کلام ہی جو جورو کرنا چاہتا ہی۔

(۱۰) یجر وید ادھیائی ۱۲ منتر ۶۲۔

اے پڑھی لکھی استری ... تو مجکو چھوڑ باپ بالمنام چور وغیرہ دشتونکو اپنا خاوند نہ بنا۔

کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے ہرگز نہین ؟ بلکہ کسی ایسے شخص کا کلام ہے جو اپنی زوجہ کو نصیحت کر رہا ہے اور اُسکو خوف ہے کہ غیر سے تعلق نہ پیدا کرے۔

(۱۱) اے دشتون سے ڈرنے والی استری مین تجھ سے ان دکھ دینے والے دشتون کو دور کرتا ہون اور تجھے سکھ کا بھاگی بناتا ہون اور کھانے پینے کی چیزین دیتا ہون جسطرح زمین اُنکو پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح مین تیرا خاوند تجھکو ہر ایک قسم کا انند دیتا ہوا ستیان اپتن کے لیئے ہر طرح تجھے زمین کے مانند پالون۔ یجر وید صفحہ ۱۶۲ بارھوان ادھیائی منتر ۶۴۔

یہ کلام صاف طور پر کسی غیر کا ہے۔ ہرگز خدا کا نہین ہو سکتا ورنہ اُسکے لیے بااصول آریہ زوجہ تسلیم کرنا ہوگا۔

(۱۲) یجر وید ادھیائی ۸ منتر ۲۹۔

اے میری خوش قسمت شادی استری تیرا گھر بھاشیہ (رحم) سب بیماریون سے دور ہے تیرا گھر بھاشیہ (رحم) حمل دھارن کے لائق ہے تیری گھر بھاشیہ (رحم) کے نام حصہ خوبصورت اور سیدھے ہین۔ اے حمل کی خواہش کرنے والی۔ مین تیرے ساتھ دھرم پورک سماگم (مجامعت کرکے) تیرے ایسے گھر بھاشیہ مین حمل دھارن کردون۔

یہ بھی کسی معمولی انسان کا کلام ہے۔ کلام خدا ہونا محال ہے۔

(۱۳) یجر وید ادھیائی ۱۳ منتر ۲۶۔

اے بہادر بیوی دشمن تیری نظر کو نہین سہار سکتا۔۔۔ تو بڑی شجاع و بہادر ہے جسطرح
تجھے مین خوش رکھتا ہون اسیطرح تو مجھے خوش رکھاکر

(۱۴) یجروید ادھیائی ۱۳ منتر ۵۴۔

اے استری مین تیرا خاوند ہوکر تیرے ساتھ زندگی بسر کرنا اور تجھ سے سنتان پیدا کرنے
کی خواہش کرتا ہون تجھے گرہن کرتا ہون "

کیا یہ کلام خدا ہے۔ ہرگز نہین۔ بلکہ کسی معمولی انسان کا کلام ہے (مسلمان نمبر ۴۹)

یجروید ادھیائی ۱۹ منتر ۳۸۔

اے باپ۔ دادا۔ پردادا۔ لوگو اب ہماری زندگی پاک کرین اپنی فراخ حوصلگی ور
خواہشون کو سب طرح سے پوری کرین اور دشت کنونکی طرح نزدیک یا دور بسنے والے
دسعت نفشیون کی صحبت سے ہمکو بچادین۔

اسکو کوئی کلام خدا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ کسی معمولی انسان کا کلام ہے۔

(۱۵) یجروید ادھیائی ۱۲ منتر ۷۴۔

اے منشیو! جیسے تم قابل حفاظت مزیدار کھانون کے معاون۔ گایونکو جمع کر عمدہ
ترکیبون سے پکائے غلہ کو کھامرضون سے علحدہ ہوتے ہو۔ ویسے ہی ہملوگ بھی علحدہ
ہون اور جیسے تملوگ مزے سے رات پوری کرتے ہو یعنے بے فکر سوتے ہو ویسے
ہی ہم بھی پوری کرین اور جیسے تملوگ بفکری سے دن کاٹتے ہو ویسے ہی ہم بھی کاٹین"
کیا یہ کلام خدا ہے۔ یا کسی مریض کا کلام ہے جو یجروید مین داخل ہوگیا۔

(۱۶) اے سیکڑون طرح کی عقل یا ترکیبون سے واقف انسانو تم سیکڑون یا ہزارون
اثروالی دواؤن کے مشورے سے میرے اس جسم کو بے مرض کرو اور بعد مین اپنے
جسمونکو بھی صحت و رہنا اپنے اعضائے رئیسہ کو جانو اور اے ماتا تو بھی واقف ہو۔

(۱۷) اے ہبتون کی تعریف کرنے والے ادتم دودان تو وید مطابق استتی سے یگیہ کر
عزت پا ہوم کرنے لائق سب سے جو امید رکھتا ہے اسمین بھی حاصل کرون۔ اور
جس سو برس پاک عمر کو تیرے سہارے مین پہنچون۔ اسکو تو بھی پہنچ اور تو اس سنسار

مین سو برس کی عمر کو جان اور ہماری سو برس کی عمر کو مت چرا۔

(۱۸) یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۱۱۔

اے دودان بڑا انند بھرا تو ہر دو دو بیٹا ہوا اپنی مان کو سب طرح سے تکلیف دی تیار کی اس پوتر کی قرضداری سے مین بسکٹ وش ہوتا ہون جس سے میرے ماں باپ تکلیف سے چھوٹ کے کلیان پاوین۔ اے منشیو تم سچ سے تعلق رکھیے لہذا مجھکو کلیان سے بھرپور کرو۔ چونکہ باپ سے بچنے والے ہو اسلیئے مجھے باپ سے بچائیے اور اگلے جنم کا آرام حاصل کرائیے۔" کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ اسکا کلام ہے جس سے اُسکے مان باپ کو تکلیف ہے اور یہ چاہتا ہی کہ مان باپ آرام پاوین۔

(۱۹) یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳۶۔

ہم پوتر جل وغیرہ منتر جن اُن جل حاصل کرنے کے خواہشمند گیانیون کو اناج دیتے اور اور نمسکار کرتے اور بڑے اناج کے خواہشمند پتا کو لطیف کھانا دیتے اور نمسکار کرتے اور ملائم غذا کے خواہشمند پتامہ (پردادا) کو ملائم غذا دیتے اور نمسکار کرتے ہین۔ ویسے تم یعنے پتا وغیرہ گیا ہو۔ ہماری محنت سے بنائے کھانون کا بھوجن کیجیے اور اے ادھیاپک لوگو آپ ہم سے محفوظ ہو کر ہمکو محفوظ کیجیے۔ او دانے اپدیشک لوگو آپ ہم سے سیر ہو کر ہمکو سیر کیجیے اے دودان آپ شدھ ہو کر ہمکو شدھ کیجیے۔ دیکھیے اسمین جدید غذا کی خواہش کیگئی ہے۔ کیا یہ کلام خدا ہو سکتا ہے ہرگز نہین۔

(۲۰) یجر وید ادھیائے ۱۲ منتر ۶۵۔

دم اے خاوند۔۔۔ مین عمر بھر تیرے ساتھ رشتہ جوڑتی ہون اسکے بعد مین اور تو دونون مین سے کوئی بھی اس عہد کے خلاف ورزی نہ کرے"

یہ ایک عورت کا کلام ہے جو اپنے خاوند سے کر رہی ہے۔ کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ کلام خدا ہے پھر یجر وید کیا ہوا۔

(۲۱) یجر وید گیارہوان ادھیائی منتر ۵۳۔

اے خاوند آپ اپنے بچون کی پرورش کرتے ہین اُنکو تندرست رکھتے ہو مین اب

جیسے خاوند کی سیرت کو دوبالا کردن -
مسلمانون نے اسطرح کے ہزارہا منتر یجر وید رگوید سے نکالے ہین اور صدہا مرتبہ آریون کے سامنے پیش ہوئے مگر کسی سے جواب نہو سکا پھر تعجب ہے کہ جو گھر اس طرح تارعنکبوت سے بنا ہو - وہ ہمارے قرآن مجید پر منہ آئے جسکا ایک حرف بھی آجتک انسانی ساخت کا ثابت نہو سکا -
اب ہم اس بحث کو یہین تمام کرتے ہین کیونکہ خود آریہ سماج ہین ایسے لوگ پیدا ہو چلے جو ویدون کے الہامی ہونے سے انکار کرتے ہین اور اسکو انسانی ساخت بتاتے ہین مسٹر دھرمپال - بی اے - نے ایک پرزور رسالہ وید اور سوامی دیانند لکھا ہے جس سے ساری حقیقت کھل جاتی ہے کہ چار وید کس طرح بنے - کیونکہ سوامی دیانند نے جو معیار قائم کیا تھا اس سے ہر طرح وید غیر الہامی ثابت ہے -
مگر یہ سمجھ رکھنا چاہیے کہ یہ انکار جدید نہین ہے بلکہ اسکے قبل سے انکار چلا آتا ہی چنانچہ خود سوامی دیانند چارواک مت کا خیال ویدون کی نسبت ستیارتھ پرکاش مین لکھتے ہین وید کے بنانے والے بھانڈ - دھورت اور نشاچر یعنی راکشس یہ تین ہین جرپھری ترپھری وغیرہ پنڈتون کی مکر کی باتین ہین دیکھو دھورتون کی کارروائی گھوڑے کے لنگ کو عورت کو پکڑے یجمان کی عورت کا اسکے ساتھ ہم صحبت کرانا - اور لڑکی سے ٹھٹھہ کرنا وغیرہ جو لکھا ہے وہ دھورتون کے سوائے اور کسی کا کام نہین ہو سکتا اور جہان گوشت کا کھانا لکھا ہے وہ وید کا حصہ راکشس کا بنایا ہوا ہے ستیارتھ پرکاش

اس عبارت سے یہ تو یقینا معلوم ہوا کہ خود ہندون مین چارواک مذہب والے وید کو خدا کا کلام نہین مانتے - بلکہ بھانڈ - دھورت - نشاچر کا ساختہ پرداختہ مانتے ہین -
اب جو کلام ویدون کا پہلے نقل ہوا ہے اُسکو اس عبارت سے ملاؤ تو اسکا تم کو یقین ہو جائیگا کہ یہ خدا کا کلام نہین ہے - بلکہ انسانی ہاتھ سمین شامل ہے -
جسکو خود سوامی دیانند بھی اسطرح قبول کرتے ہین وہ البتہ بہید ھر وغیرہ بنکار بھانڈ

دھورت اور نشاچر تھے - یہ ان کی مکاری ہی ویدون کا قصور نہین ×× بدکردار دام مارگیون کی بے ثبوت من گھڑت اور واہیات شرحون کو دیکھکر ویدون کے مخالف بن گئے" سمہ لاس ۱۲

جس سے جہان دام مارگیون کے خیالات کی تصدیق ہوئی کہ واہیات شرحون کو دیکھکر مخالف وید بن گئے وہان مسافر کی بھی تسکین ہوجائیگی کہ انکا جو کچھ اعتراض ہے اہلسنت کی ایسی ہی تفسیرون سے جسکا ذمہ دار قرآن نہین ہے - بلکہ وہی مہمل تفسیرین -

مگر فرق یہ ہی کہان تفسیرون کو دیکھکر چارواک مذہب والون نے ایک دم ویدون کے کلام خدا ہونے سے انکار کیا - اور مسلمانون مین کوئی ایسا نہین ہوا جسنے کلام خدا ہونے سے انکار کیا ہو - بلکہ اپنے صحابہ اور خلفا کے فضائل کو اس ذریعہ سے ثابت کرنا چاہا کہ وہ ایسے تھے کہ خدا نے اُن کی تصدیق کی - تو قرآن کو بہرطور انھون نے بھی خدا ہی کا کلام مانا نہ انسان کا -

کیونکہ کلام خدا ایسا نہین ہوتا جو کسی کلام انسانی سے مشتبہ ہوسکے - بلکہ وہ ایسا کلام ہے کہ کوئی اعلی سے اعلے درجہ کا فصیح و بلیغ بھی کوئی کلام بنائے - اور ایک جملہ بھی قرآن مجید کا اوسمین رکھدے تو وہ اسطرح مم اور جدا ہو جاتا ہی جیسا کہ سنگریزون مین سراپا دوسرا جواہر -

پنڈت بھوجدت صاحب اگرچہ علوم عربی سے واقفیت بہم پہونچائین اور تعصب سے جدا ہوکر ایک نظر قرآن مجید پہ اور دوسری کتابون پر ڈالین تو انکو صاف صاف معلوم ہوجاے -

نہین نہین پنڈت صاحب اسکو صدق دل سے کلام خدا مانتے ہین جیسا کہ اہل عیسائیون اور دیگر مخالفین مذہب نے مانا ہی - مگر چونکہ وہابی لوگ اون سے ہر وقت مقابلہ کے لیے طیار رہتے ہین - اور عین موقع پر فرار کر جاتے ہین اسلیے اُنھون نے یہ سب مضامین صحاح ستہ سے لکھے کہ تم کیا مقابلہ کرتے ہو جب کہ

ایسی غلطیاں تمہاری صحاح ستہ مین بھری ہوئی ہین۔ جس سے قرآن کلام خدا نہین رہتا بلکہ کلام عمر کا مجموعہ قرار پاتا ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العین مین صاف طور پر کہا مؤلف قرآن شیخین تھے۔ چنانچہ فرماتے ہین ص ۱۳۴

ومؤلف قرآن در مصحف شیخین واحکام فقہ وعقائد حقہ واجماع کنندہ در مسائل اجماعیہ واضح کنندہ مسائل خفیہ وقیاس کنندہ بمشورت صحابہ حضرت عمر ست۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اصلی مؤلف قرآن عمر ہین تو پھر کیونکر نہ آریہ اسپر اعتراض کرین اور اہلسنت اون کا کیا جواب دے سکتے ہین۔

آخر مین پھر ہم سفارش کرتے ہین کہ مسٹر دھرمپال کا رسالہ وید اور سوامی دیانند ضرور دیکھیے۔

اب ہم اس حصۂ ثالثہ تقدیس القرآن کو یہین تمام کرتے ہین کیونکہ مسافر کا نمبر ۲۵ یہین تمام ہی مورخہ ۸ اپریل ۱۹۱۱ء۔ اس کے بعد ۱۱ مئی کو ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان قرار دیا ہے "قرآن کس طرح بنا"، تو اس کا جواب انشاء اللہ حصۂ چہارم تقدیس القرآن مین دیا جائیگا۔

واللہ بالغ امرہ وقد جعل اللہ لکل شئی قدرا ولکل اجل کتاب اجله
والحمد للہ اولا وآخرا والسلام علی محمد وآلہ باطنا وظاہرا۔

۱۳۔ شوال ۱۳۳۱ھ